

مولانا محمد اسحاقؒ
داعی وحدت اُمت

مسئلہ فدک اور حضرت فاطمہ علیہ السلام کی ناراضگی

خطبہ جمعہ بتاریخ 8-9-2000 از علامہ محمد اسحاق فیصل آبادی رحمتہ اللہ علیہ- یہ خطبہ پنجابی زبان سے اردو میں منتقل کیا گیا ہے- ترجمہ تخلیق کبھی نہی بن سکتا۔دامن قلم سے نکلے یہ الفاظ مولانا مرحوم کی تڑپ ولگن کی کماحقہ ترجمانی تو شاید نہ کرسکیں کیونکہ کسی بھی تقریر کو کاغذ پہ منتقل کرنا بڑا مشکل کام ہے۔کیونکہ مقرر کسی قاعدے کلیے کا پابند نہی ہوتا۔لیکن لکھنے والے کو ترتیب کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کونسی بات پہلے لکھنی ہے اور کسے بعد میں درج کرنا ہے۔کوشش کی گئ ہے کہ ربط بھی نہ ٹوٹے اور تمام معلومات بھی قارئین تک پہنچ جائیں۔ ربط کو قائم رکھنے کے لئے مقرر کی کچھ باتوں کو حذف کرنا پڑتا ہے تاکہ بے جا تکرار سے بچا جاسکے۔ پوری کوشش کی گئ ہے کہ کہیں غلطی کا احتمال نہ رہے۔بشری تقاضوں کے تحت اگر کہیں کوئ غلطی نظر آئے مطلع کیاجائے۔طالب دعا ٹیم مولانا اسحاق اردو چینل

فیا معشر المسلمین !

جناب رسالت مآب ﷺ کی بیماری اور وفات کے سلسلے میں یہ آخری خطبہ ہے- اللہ کرے کہ اس میں یہ مضمون مکمل ہو جائے- تو اس سلسلے کی آخری گفتگو نبی کریم ﷺ کی میراث کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد زمینوں سے متعلق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کے بارے میں بات کرنی ہے-

امام ابو الفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ آپﷺ کے بعد چھٹا اختلاف یہ ہے اور اس پر اتنی زیادہ کتب لکھی گئی ہیں کہ آدمی انکو پڑھنا چاہے تو شاید ہی اس لٹریچر کو مکمل پڑھ سکے جو دونوں فریقوں نے لکھا ہے- کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حامی ہیں کہ ان کا مطالبہ ٹھیک تھا، وہ زمینیں انکو ملنی چاہیے تھیں- ان کے ساتھ ظلم ہوا ہے اور وہ مظلومہ ہیں- دوسرا گروہ یہ کہتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کیا ہے- انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کیا ہے- دونوں گروہوں نے کتابیں لکھ لکھ کرانبار لگا دیے ہیں-

اس سلسلے میں مناظرانہ باتیں بھی بہت ہوئی ہیں مگر ان کا کوئی فائدہ نہیں- وہ ایسی ہی ہیں جیسے مقدمے کے وکیل ہوتے ہیں اور وہ اپنی بات کو نمایاں کرتے ہیں اور دوسرے کی بات کو چھپاتے ہیں- اس طرح کی بحث کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور ایسی بحث کے بعد نہ کوئی آدمی ایسی بات کہہ سکتا ہے جس کو باقی دنیا تسلیم کرلے- اپنے اپنے خیال پر لوگ جمے رہتے ہیں-

میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے ساتھ، انشاءاللہ جو خود مطالعہ کیا اور جس نتیجے پر پہنچا ہوں اور جس سے ذہن مطمئن ہوا ہے وہ آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے- توجہ کے ساتھ بات سننی ہے!

فَدَک کا صحیح نام اور کیا یہ صرف ایک باغ تھا؟

پہلی بات تو یہ، کہ دونوں گروہوں میں جو بھی اس پر بات کرتا ہے تو فدک بولتا ہے- فدک (زیر کے ساتھ) کوئی لفظ نہیں- صحیح لفظ فَدَک ہے، ف پر بھی زبر، دال پر بھی زبر[1]- اور یہ کسی باغ کا جھگڑا نہیں تھا کہ دو چار کھجور کے درخت تھے جن کے بارے میں جھگڑا تھا- یہ محض مسئلہ کو ٹالنے کی بات ہے- اسکو باغ نہیں کہنا چاہیے- یہ مدینہ شریف سے کئی میل دور، خیبر کے قریب ،ایک علاقہ تھا- خیبر فتح ہونے کے بعد فدک کے یہودی ڈر گئے تھے اور انہوں نے سمجھا کہ ہم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، تو انہوں نے صلح کرلی اور اپنا آدھا علاقہ بغیر جنگ کے رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا- اس لیے یہ ایک ریاست تھی پوری، جس کو فَدَک کہا جاتا ہے-

مسئلہ صرف فَدَک کا نہیں ہے

اختلاف صرف فَدَک کا ہی نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی کچھ اور بھی زمینیں تھیں جو کہ آپ ﷺ کے خرچ کے لیے رکھی ہوئی تھیں- ان کے ذریعے آپ ﷺ اپنی بیویوں کا خرچہ بھی دیتے تھے، اپنے خاندان کے لوگوں کی بھی مدد کرتے تھے اور مسافروں اور جہاد پر بھی خرچ کرتے تھے- یہ زمینیں پیغمبر خدا ﷺ کے پاس تھیں اور ان میں دوسروں کا کوئی دخل نہیں تھا- ایک زمین فتح خیبر کے بعد دوسرے مسلمانوں کی طرح آپ ﷺ کے حصے میں بھی آئی، سارے سپاہیوں کی طرح آپ ﷺ کو بھی حصہ ملا- دوسرا فدک کا علاقہ تھا- اور تیسرا بنو نضیر کے ایک یہودی مخیریق نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اسکی زمینیں رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں چنانچہ (وہ یہودی) مرتے وقت اپنی زمینیں آپ ﷺ کو دے گیا- گویا تین زمینوں کا مسئلہ تھا، خیبر کی زمین، فدک کا علاقہ اور بنو نضیر کا علاقہ [1] -

اہل تشیع کا موقف

اس بارے میں اہل تشیع کا کہنا یہ ہے کہ ان زمینوں میں سے فدک کا علاقہ رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی بیٹی کو دے دیا تھا- حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ھبہ کردیا تھا اور وہ اس کی مالک تھیں- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زبردستی انکو (اس زمین سے) بے دخل کیا ہے ورنہ وہ زمین حضرت فاطمہ کے قبضے میں تھی- وراثت ہوتی یا نہ ہوتی، یہ زمین رسول اللہ ﷺ نے زندگی ہی میں فاطمہ کو دے چکے تھے- یہ فریق (یعنی اہل تشیع) ھبہ کا مدعی ہے [2] -

---

[1] فتح الباری -(مطبوعہ مطبع بہیئۃ مصر جلد 6 صفحہ 151) - واما فدک وھی بفتح الفاء والمھملۃ بعدھا کاف بلدبنھا وبین المدینۃ ثلاث مراحل

اہل سنت علماء کی کچھ آراء

1. قبضہ نہیں تو ھبہ ہی نہیں: اس (مسلہ فدک) کے بارے میں ہمارے علماء امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ، امام ابن کثیرؒ، امام ابن حزمؒ، شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی لکھا ہے اور مولانا مودودیؒ نے بھی زور لگایا ہے- ان سب نے بے وزن باتیں لکھیں- جو کہ بات خراب کرتی ہیں- یہ مفروضہ قائم کر لیتے ہیں کہ قبضہ کوئی نہیں تھا حالانکہ جن سے آپ بحث کر رہے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ قبضہ تھا- آپ کی بات تو وہ دوسرا فریق تب مانے گا جب وہ خود کہے کہ قبضہ نہیں تھا- خود ہی سے فرض کر لیا کہ اگر ھبہ ہوا ہوتا تو قبضہ ہوتا اور قبضہ نہیں تو ھبہ بھی نہیں- آپ شیعہ کتابیں پڑھیں- جن سے آپ مخاطب ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ باقاعدہ قبضہ تھا اور اُدھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نمائندے موجود تھے جو اس کا انتظام چلاتے تھے اور آمدنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کو آتی تھی- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے نمائندوں کو وہاں سے بے دخل کیا! [2] - یہ کوئی زبانی ھبہ کا معاملہ نہیں تھا بلکہ انکا قبضہ تھا (یعنی تمام علاقہ اُن کے زیر استعمال تھا)- اس لیے ہمارے علماء کی دلیل بے وزن ہے- جس فریق سے آدمی بات کرے اس کی بات کا توڑ آدمی کے پاس ہونا چاہیئے جس سے وہ اسے غلط ثابت کر سکے- آپ اپنی طرف سے بات بناتے ہیں کہ قبضہ نہیں تھا حالانکہ جن سے آپ بات کر رہے ہیں انکی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ باقاعدہ قبضہ تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلکار وہاں کام کرتے تھے-

2. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وارث کے لیے وصیت نہیں: کچھ (سنی) علماء یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر تو یہ وصیت تھی تو وارث کے لیے وصیت نہیں ہو سکتی- یہ بھی شیعہ مسلک سے ناواقفی ہے- شیعہ مسلک کے مطابق وارث کے حق میں وصیت کی جا سکتی ہے- شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جو احادیث سنی پڑھتے ہیں اس بارے میں انکی کوئی حیثیت نہیں اور وارث کے حق میں وصیت کر سکتے ہیں- اگر کوئی چاہے تو اپنے بیٹے کو زیادہ دے سکتا ہے- وہ سمجھے کہ نصاب سے زیادہ کا حقدار ہے تو زیادہ دے دے- وصیت وارث کے لیے جائز ہے- یہ اعتراض بھی صرف ان کے مسلک کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کیا جاتا ہے-

3. حضرت ابو بکر نے گواہ پوچھے: کوئی کہہ دیتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر نے گواہ طلب کیئے، تو گواہ پیش ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا- ان دونوں نے گواہی دی کہ نبی علیہ السلام ھبہ کر گئے تھے- اس دلیل پر یہ سنی کہتے ہیں کہ (چونکہ) علی خاوند تھے تو انکی گواہی قبول نہیں (اور) ام ایمن اکیلی ہی عورت تھیں تو انکی گواہی آدھی ہے- یہ سب حماقت ہے- المحلی پڑھیں (اہل سنت کے جلیل القدر امام) ابن حزمؒ کی- (اُن کے مطابق)اکیلی عورت کی گواہی بھی بلکل ٹھیک ہے [3] - (اسلام میں) یہ حکم کوئی عام نہیں کہ ایک مرد یا دو عورتیں گواہ ہوں- وہ خاص معاملہ ہے جس میں دو عورتوں کی گواہی درکارہے (سورۃ بقرۃ آیۃ 282 (ورنہ ایک عورت بھی گواہی دے اور کوئی دوسرا گواہ نہ ہو تب بھی گواہی بالکل قبول ہے- (مثلاً) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مکان کا فیصلہ اکیلی گواہی پر کیا- یہ کوئی مسئلہ نہیں اور کوئی جان نہیں اس دلیل میں-

یہ مناظرے آج تک اسی لیے کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ نہ اگلے کی بات سمجھنی اور نہ ہی اسکا توڑ کرنا- اور یہ کہنا

کہ خاوند کی گواہی منظور نہیں اس سب کا جواب امام ابن حزمؒ نے دیا ہے- کس دین میں آیا ہے کہ اگر صرف خاوند ہی دیکھ رہا ہے تو کیوں اسکی گواہی منظور نہیں؟ صرف اس کا عادل ہونا، ثقہ ہونا، سچا ہونا دیکھو- یہ بھلا کوئی بات ہے کہ رشتہ دار ہے یا بھائی ہے یا خاوند ہے تو اس لیے اسکی گواہی نہیں ماننی- تو یہ میں نے مختصرا عرض کر دیا کہ ان باتوں میں کوئی جان نہیں ہے- یہ نہیں ہے حل اس مسئلہ کا-

ہمارا موقف – سیدہ فاطمہ کو فدک ہبہ(گفٹ) والی روایات کی حقیقت؟!

اس کا اصل حل یہ ہے کہ آپ لوگ اس بات کو چیلنج کریں کہ جتنی روایات میں یہ ذکر ہے کہ ھبہ کیا تھا ان میں کوئی صحیح نہیں- جڑ سے اس بات کو کاٹو- کہ جدھر بھی ذکر ہوتا ہے کہ زمین فاطمہ رضی اللہ عنھا کو حضور ﷺ نے دے دی تھی وہ صحیح نہیں چاہے سنی کتب میں ہو- جی بالکل سنی کتب میں بھی روایات موجود ہیں یہ نہیں کہ صرف شیعہ ہی بیان کرتے ہیں- امام سیوطیؒ کی الدر المنصور پڑھیں آپ- سورہ بنی اسرائیل کے تحت لکھتے ہیں کہ بزار نے، ابن ابی حاتم نے، ابویعلی نے اور مجمع الزوائد طبرانی کے حوالے سے بھی آتا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری... وءات ذالقربیٰ حقہ... تو رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو اپنے پاس بلا کر فدک دے دیا [4] - سنیوں کی حدیثوں میں بھی موجود ہے اور شیعوں کی بھی-

نواب سید صدیق حسن رحمتہ اللہ علیہ کا اصول

میں اہلسنت کی کتاب سے پڑھ دیتا ہوں لیکن اس معاملے میں اصل جواب وہی ہے جو میں نے عرض کیا کہ نہ آپ گواہی کی بحث کریں نہ قبضے کی بحث کریں بلکہ مسئلہ جڑ سے پکڑیں کہ چاہے شیعہ روایات ہوں یا سنی، ھبہ کی کوئی روایت صحیح نہیں- میں نے میدان کھلا کر دیا کیونکہ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ فلاں حدیث میں شیعہ راوی ہے اس لیے قبول نہیں- یہ بحث ٹھیک نہیں کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ کہہ دیں گے کہ آپ کے سنی راوی ہم نہیں مانتے- یہ مسئلہ کا حل نہیں- حل وہی ہے جو نواب سید صدیق حسن رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا...الاذاعۃ لما کان وما یکون بین یدی الساعۃ [5] ... سعودی عرب نے یہ کتاب شائع کی- قیامت تک جو کچھ ہونا ہے اور حضور ﷺ نے جو کچھ پیشین گوئیاں فرمائیں اس بہت ہی اعلٰی رسالے میں اکٹھی کر دیں- جس میں امام مہدی، حضرت عیسٰی علیہ السلام غرض کہ آپ ﷺ سے لیکر قیامت تک جو ہوچکا اور جو ہونا ہے سب درج کر دیا- اس میں احادیث کی مدد سے واضح کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا پیشنگوئیاں کیں-

نواب صاحب نے اس رسالہ میں صاف فرمایا ہے کہ یہ ساری باتیں من گھڑت ہیں کہ فلاں فرقے کی روایات نہیں ماننی- اس طرح تو دین مٹ جائے گا وہ کہہ دیں گے کہ ہم آپ کی روایات نہیں مانتے- تو ایسے ہر گز نہیں کرنا- صدق اور ضبط صرف یہ دو شرطیں دیکھنی ہے کہ بندہ سچا ہے اور اس کا حافظہ ٹھیک ہے- (راوی کے بارے میں) بس یہی سوال آپ کر سکتے ہیں .وگرنہ وہ کہہ دیں گے کہ چونکہ تم سنی ہو اس لیے جتنی روایات تم سناتے ہو وہ میں نہیں مانتا اور آپ کہہ دیں گے کہ شیعہ کی (روایات) میں نہیں مانتا تو یہ کوئی حل نہیں ہے-

حل صرف یہ ہے کہ دونوں فریقوں کی کتب نکال کر دیکھو کہ جو بندے یہ بات سناتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں فَدَک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا اور ان کا وہاں قبضہ تھا، روایات اہلسنت کی کتب میں بھی موجود

ہیں اور اہل تشیع کی کتب میں بھی، مگر صحیح نہیں- میں نے اس بات کی جڑ کاٹی ہے جس سے آگے بحث کی ضرورت ہی نہیں- نہ کسی نے گواہی مانگی اور نہ ہی گواہی کی ضرورت تھی یہ واقعہ ہی سرے سے جھوٹا ہے- نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے فدَک دیا نا قبضہ نا بے قبضہ یہ بحثیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں کیونکہ قبضہ کے بارے میں بھی ارواء الغلیل میں علامہ البانیؒ لکھتے ہیں کہ دو صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اگر حضور ﷺ نے زبان سے فرما دیا کہ میں نے یہ چیز دے دی تو چاہے قبضہ ہوا یا نہیں ھبہ ہو چکا- اس لیے اگر ھبہ، گواہی، وصیت کے متعلق بحث کروگے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا- کتابوں میں اس حوالے سے گنجائش موجود ہے- اس قدر مواد موجود ہے کہ اگلے آپ کا منہ بند کر دینگے کہ تمہارے اپنے عالم ان چیزوں کو مانتے ہیں-

اصل بات یہ پکڑنے والی ہے کہ چاہے شیعوں کی کتابیں نکال لو چاہئے سنیوں کی، ہم یہ نہیں کہیں گے کہ صرف اہلسنت کی کتب ہی دیکھی جائیں بلکہ شیعہ کی کتب بھی پڑھیں گے، مگر راوی ثابت کرو کہ جو یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فدَک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا، کیا وہ معتبر بندے ہیں؟ اگر وہ آپ کے علم کے مطابق بھی معتبر ہیں تو ہم یہ کہہ دیں گے کہ چلو ہمارے سنیوں نے نہیں معتبر لکھا تو کوئی بات نہیں شیعہ نے تو معتبر لکھا ہے اور (شاید) یہ بات ایسی ہی ہوئی ہو گی۔۔۔

اہل سنت کی کتب میں ھبہ کی روایت

لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہوا، یہ پڑھئے اور سنئے، یہ مجمع الزوائد ہے اور اسکی ساتویں جلد ہے [4] - سورۃ الاسراء صفحہ نمبر 52 پر لکھتے ہیں... قولہ تعالی وءات ذا القربی حقہ...۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ذمے یہ بات لگا دی کہ وہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ قرابت دروں کو ان کا حق دو تو نبی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فدَک کا علاقہ انہیں دے دیا- آگے لکھتے ہیں ...رواہ الطبرانی... طبرانی نے اپنی کتاب میں اسے درج کیا مگر ابو سعید خدری سے جو بندہ یہ بات بیان کرتا ہے اس کا نام ہے عطیہ بن سعد العوفی، وہ ضعیف اور متروک ہے اور اتنا کمزور ہے کہ حدیث کے عالموں نے اسے چھوڑ دیا[6] - اس کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں- تو یہ اہل سنت کی کتابوں کا حال ہے- سنی کتب میں جدھر بھی یہ لکھا ہے صرف عطیہ ہی یہ بیان کرتا ہے حضرت ابوسعید کے حوالے سے- کوئی روایت بھی صحیح نہیں-

اہل تشیع کی کتب میں ھبہ کی روایت

اب میں شیعہ کتاب سے یہ پڑھنے لگا ہوں- بڑی اونچی کتاب ہے باوجود یہ کہ شیعہ نے لکھی ہے- التفسیر والمفسرون میں اہل سنت کے علماء نے بھی لکھا ہے کہ یہ اتنا باادب اور عالم فاضل بندہ ہے کہ اس جیسا شاید ہی کوئی عالم پیدا ہو- مجمع البیان... اپنی صدی تک اس نے جو شیعوں نے تفسیر کی اور جو اہل سنت نے تفسیر کی سب کو اکٹھا کر دیا اور اتنی بڑی کتاب بنا دی کہ اب کسی اور طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں- دونوں گروہ کے لوگ ایک ہی کتاب سے معلوم کرلیں کہ سنی فلاں آیت کے بارے میں کیا تفسیر کرتے ہیں اور شیعہ کیا بیان کرتے ہیں- تو یہ مجمع البیان ہے الشیخ ابوعلی ابوالفضل محمد بن طبرسیؒ[7] کی- یہ بھی اس ایت کے تحت یہی بات لکھتے ہیں- یہی کہانی ہے اور یہی لوگ ہیں- تو شیخ اس سلسلے میں سند لکھتے ہیں، پہلے کافی لمبی سند ہے پھر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید خدری کہ جب یہ آیت اتری... وأت ذا القربی حقہ... تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دے دیا-

اہل سنت کی کتب الرجال میں عطیہ اور فضیل کا ذکر

یہاں پر بھی وہی عطیہ بن سعد العوفی ہے اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی ہے جس کا نام فضیل بن مرزوق ہے جس کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق کا شیعہ ہونا ایک علیحدہ بات ہے، اس بات پر کوئی اعتراض نہیں، لیکن یہ ضعیف ہے- امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص ضعیف ہے لیکن اس کا استاد عطیہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے [6] - امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق عطیہ کا نام لے کر جعلی اور منگھڑت حدیثیں سناتا تھا-

اہل تشیع کی کتب الرجال میں عطیہ اور فضیل کا ذکر

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ صرف سنیوں کے کہنے پر ہی ہم کہہ دیں کہ یہ شخص اتنا ضعیف اور کذاب تھا تو اس کا اعتبار سنی تو کرلیں گے مگر شیعہ نہیں کریں گے- وہ کہہ دیں گے کہ آپ نے تو کہنا ہی ہے- ہمارے نزدیک کے بندے معتبر ہیں-

تو اس کے لیے میں شیعہ کا حوالہ دیتا ہوں- یہ تین جلدوں میں ایک کتاب ہے- جیسے ہم نے راوی پرکھے ہیں اسی طرح ان کی کتاب تنقیح المقال فی علم الرجال ہے جس میں انہوں نے راویوں کو چھان دیا کہ کون معتبر ہے اور کون نہیں- تو اس میں فضیل ابن مرزوق کا ذکر بھی آتا ہے- یہ اور عطیہ کیسے راوی ہیں؟ تو بجائے یہ کہ ہم اپنی بات مسلط کریں انہی شیعہ کے بڑے علامہ مامقانی فرماتے ہیں کہ عطیہ بھی ٹھیک نہیں اور فضیل بن مرزوق بھی نہیں ٹھیک- ''عطیہ العوفی...امامیاً مجھول''! یہ نوٹ کرلیں صفحہ نمبر 102 ہے اور جلد نمبر 1 ہے راوی کا نمبر 7941 ہے جہاں اس کے پورے حالات درج ہیں- یہ شیعہ ہے لیکن اس کے سر پیر کا کوئی پتہ نہیں اور نہ ہی اس کے کوئی حالات ملتے ہیں [8] - آگے فضیل بن مرزوق کا ذکر ہے، (اس کے بارے میں کتاب میں لکھا ہے:) – ''فضیل بن مرزوق العنزی الکوفی... امامیاً مجھول''!(ترجمہ : راوی شیعہ ہے مگر اسکے سر پیر اور حالات کا کچھ معلوم نہیں) یہ صفحہ نمبر 122 پرہے [8] -

رسول اللہ ﷺ کا سیدہ کو فدک ہبہ کرنے والی روایات پر خلاصۂ کلام

یہ دونوں راوی ہیں جنھوں نے یہ کہانی بیان کی اور دونوں کا حال بیان کر دیا کہ یہ دونوں شیعہ ضرور ہیں لیکن مجھول اور گمنام ہیں- ان کے نیک اور بد ہونے کا کوئی پتہ نہیں اس لئے ان کے سہارے پر یہ کہانی تسلیم نہیں کی جاسکتی-

گواہی کی بحث کہ گواہی تھوڑی تھی یا قبضہ نہیں تھا یا وصیت نہیں تھی یہ بالکل پاؤں تلے روندنے والی باتیں ہیں- میرے سامنے کوئی آئے تو میں ان دلائل کو اڑا کر رکھ دوں گا- یہ باتیں خود اہلسنت کی کتب میں موجود ہیں- انکی ردی برابر حیثیت نہیں- لہذا یہ کوئی جواب نہیں- اصل جواب یہ ہے کہ ھبہ کی روایات صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں! یہ بنیادی جواب ہے-

وراثت کا مسئلہ

اس کے علاوہ یہ کہا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ھبہ کا دعویٰ کیا تھا کہ حضور ﷺ نے فَدَک مجھے دے دیا تھا- جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو نہ مانا تو آپ نے وراثت کا سوال کیا کہ چلو مانا کہ ھبہ نہیں کیا تھا تو پھر بھی بیٹی ہونے کے ناطے سے اس کی حقدار ہوں اور مجھے فدک ملنا چاہیے- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرما گئے کہ نبیوں کا وارث کوئی نہیں ہوتا- پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ چلو اگر ایسا بھی نہیں تو قرآن کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قریبیوں کو مال فے میں سے دو- خمس میں سے انہیں عطا کرو تو اس میں سے مجھے زمین دے دو- تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا- تو پھر وہ ناراض ہو کر چلی گئیں- یہ ساری کہانی جھوٹے راویوں کی بنائی ہوئی ہے- کلبی جیسے کذاب اور جھوٹے راویوں نے یہ کہانی وضع کی ہے اس میں کوئی اصلیت نہیں ہے-(درحقیقت) نہ ھبہ کی بات ہے ،اور نہ ہی قرابت داری کی بات ہے، اور نہ ہی وراثت کی بات ہے-

حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی تحریر پھاڑ دی

وراثت کے بارے میں ایک اور واقعہ بیان کر دیتا ہوں- میری ذاتی طور پر ایک عالم سے ملاقات ہوئی- میں سب گزرے ہوئے لوگوں کو مرحوم و مغفور کہتا ہوں اور کسی کے برا کہنے پر اسکو نہیں چھوڑ سکتا- جو شیعہ عالم فوت ہو چکے وہ بھی رحمۃ اللہ علیہ کوئی بریلوی فوت ہوا تو وہ بھی رحمۃ اللہ علیہ- یہ مسائل علمی باتیں ہیں- ایک آدمی نے جو اپنی تحقیق ٹھیک سمجھی وہ پیش کی-یہی مسلک امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا- انہیں رب نے یہ حوصلہ عطا کیا تھا کہ وہ مسئلہ بھی پکا بیان کرتے تھے اور ساتھ ہی اپنے مخالفین کی بخشش کی دعا بھی کرتے تھے- جب لوگ ان سے پوچھتے کہ ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ ان کا یہ عمل مشرکانہ ہے اور ان کا فعل کافروں کا سا ہے تو وہ فرماتے کہ یہ میری تحقیق ہے- اس بندے نے اگر زور لگایا اور اسے وہی بات سمجھ آئی تو وہ مجتہد ہے- اسے بجائے سزا کے ممکن ہے انعام ہی مل جائے اور جو لوگ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ تو مقلد ہیں- میں انھیں دوزخ کیسے بھیج دوں- میں مسئلہ ضرور بیان کروں گا لیکن کسی کو کافر یا دوزخی ہرگز نہیں کہوں گا- یہی حوصلہ آپ لوگوں کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے- مسائل بیان کرو لیکن مسلمان کو کافر نہ کہیں اور نہ ہی کسی کو دوزخ بھیجنے کا اختیار ہے ہم میں سے کسی کے پاس-

مفتی جعفر حسین نجفیؒ مجتہد سے ملاقات: نہج البلاغہ کی شرح لکھی تھی مفتی جعفر حسین نجفیؒ مجتہد نے اور مولانا اسحاق بھٹیؒ صاحب نے بھی بڑے اچھے انداز میں ان کا ذکر کیا- یہ اس وقت کی بات ہے جب علماء ایک دوسرے کو ملتے تھے اور اکٹھے کھاتے پیتے تھے- یہ (تکفیری) فساد تو اب ہی اٹھا ہے- تو مفتی جعفر حسینؒ صاحب یہاں تشریف لائے تھے سدھو پورہ جامعۃ المثنوی میں- میری بھی ان سے ملاقات ہوئی- انہوں نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قائل ہو کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تحریر لکھ کر دے دی تھی کہ چلو آپ کی بات ٹھیک ہے میں نے وہ علاقہ آپ کو دے دیا آپ یہ تحریر لے جائیں- وہ واپس جا رہی تھیں کہ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے- انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھ کر دیا ہے کہ میں (ابوبکر) حاکم وقت ہوں اور میں نے تمہیں فَدَک کا علاقہ دے دیا- تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر طلب کی اور پکڑ کر اس پر تھوکا تحریر مٹا دی اور اسے پھاڑ دیا- اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آج آپ انہیں یہ لکھ کر دے

رہے ہیں کل وہ خلافت طلب کرنے آگئیں تو آپ ان کی کون کون سی بات مانیں گے؟

یہ بات سبط ابن الجوزی کے حوالے سے لکھ کر مفتی صاحب نے یہ لکھا کہ اہلسنت کا اتنا بڑا عالم یہ بات لکھ رہا ہے- اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر سچے تھے کہ نبیوں کا وارث نہیں ہو سکتا تو پھر وہ مکر کیوں گئے اور تحریر کیوں لکھ کر دی؟ اپنی بات پر قائم رہتے کہ نبیوں کا وارث نہیں ہوتا لکھ کر کیوں دیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو؟ اور عمر رضی اللہ عنہ... معاذاللہ... اس سے بڑے ظالم نکلے جنھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تحریر ہی مٹا دی- یہ بہت بڑا اعتراض تھا- میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ سبط ابن الجوزی سنی تھا؟ کہنے لگے اوہو! کیا وہ سنی نہیں؟ میں نے کہا کہ جس آدمی پر بھروسہ کرکے آپ یہ کہانی ہمارے سر پر تھوپ رہے ہیں اس (سبط) کا دادا سنی ہے... امام ابن الجوزی رحمتہ اللہ علیہ... وہ اہل سنت کے بہت بڑے امام ہیں- مگر یہ یوسف یعنی سبط یہ تو شیعہ تھا- اس نے شیعہ مذہب پر کتاب لکھی[2] اور اس کی موت پر امام محی الدین السوسیؒ نے کہا اللہ اس پر رحمت نہ کرے... کان رافضیاً- آپ میزان الاعتدال ، لسان المیزان پڑھیں [9] تو مفتی صاحب بکے بکے رہ گئے- تو یہ آپ (اہل تشیع) کا اپنا بندہ ہے اور اس کی بات پکڑ کے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی شرمندہ کردیا کہ وہ معاذ اللہ حدیث پاک پر اپنے موقف سے کیوں ہٹ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ملزم ٹھہرا دیا- اس واقعہ کی کوئی حقیقت نہیں تو کہنے لگے کہ آج میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ سبط ابن الجوزی شیعہ ہے- تو بھائیو! سبط ابن الجوزی سنی نہیں ہے تو یہ کہانی بھی اہل تشیع کی اپنی وضع کردہ ہے اور یہ صحیح بھی نہیں ہے! اگرچہ یہ کہانی آپکی (اہل تشیع) کی ہے مگر میں اس کی حقیقت کے بارے میں بھی بیان کر دیتا ہوں-

علامہ مجلسی کا تبصرہ: یہ مراۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول ہے... یعنی کافی کے اندر کتاب الحجۃ [2] - یہاں پر بھی انہوں نے یہ کہانی لکھی مگر اللہ کا شکر ہے کہ جھوٹ جھوٹ ہوتا ہے- الحدیث الخامس... اتنے متشدد اور سخت آدمی علامہ مجلسی نے کہا کہ پانچویں حدیث مجہول ہے! یہ حدیث بالکل لاپتہ ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں- اس میں بھی یہی بات آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک دے دیا- حضور ﷺ کی زندگی میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کارندے اس زمین پر متعین رہے- آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کارندوں کو وہاں سے بے دخل کردیا- تب وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ آپ نے انہیں کیوں وہاں سے بے دخل کیا؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے گواہی طلب کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو لے آئیں- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تحریر لکھ دی جب لے کر پلٹیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے- انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں تحریر دکھائی تو انہوں نے پھاڑ دی- شکر ہے کہ خود شیعہ عالم مانتا ہے کہ یہ کہانی مجہول ہے- تو (پتہ یہ چلا کی) یہ ایک فضول روایت ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں-

تو میرے بزرگو اور عزیزو! یہ فساد زیادہ بےعلمی نے پھیلایا ہے- مسئلہ اگر عالمانہ ہو تو کوئی بات نہیں مگر ہر گروہ کو چاہے وہ سنی ہوں یا شیعہ دلیل وہ دینی چاہیے جس کی کوئی بنیاد ہو- سرسری باتوں سے معاملے کو ٹالنے سے بات نہیں بنتی- (خصوصاً مسئلہ فدک جیسا) اتنا بڑا اختلاف جس نے چودہ سو سال میں اس امت کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا-

---

[2] تذکرۃ الخواص از یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی

حدیث فاطمہ

پھر اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایک بڑا لمبا خطبہ بنایا گیا جسے امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے- اس کی عربی میں شرح لکھی گئی ہے جو مکہ معظمہ سے شائع ہوئی ہے..."من التراث الاسلامیہ-- منال الطالب فی شرح طوال الغرائب" ابن الأثير؛ المبارك بن محمد بن محمد بن محمد بن عبد الكريم الشيباني الجزري، أبو السعادات، مجد الدين[10] - یہ بڑا لمبا خطبہ ہے- جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو زمین نہیں دی گئی تو وہ چادر اوڑھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دربار میں گئیں- وہاں پردہ کروایا اور اس پردے کے پیچھے سے انہوں نے ایک تقریر کی جس پر کوئی بندہ مسلمانوں میں ایسا نہیں تھا جو زاروقطار نہ رویا ہو- آپ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد تم نے یہ انصاف کیا؟ خلیفہ بنے اور مجھے تم نے جائیداد سے محروم کر دیا اور قرآن حدیث کے خلاف عمل کیا- یہ ایک انتہائی لمبا خطبہ ہے جو کہ حدیث فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے موجود ہے-

لوگ کہتے ہیں کہ کتابیں تو فلاں عالم بھی دکھاتا ہے- بھائی اگر صرف لکھا دیکھنے سے ہی بات مان لی جائے تو سب ڈوب جائیں گے- بات کا کھوج لگانا پڑتا ہے کہ یہ بات کس نے بیان کی ہے اور وہ کیسا ہے؟ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ ان سے ان کی بیٹی زینب بنت علی بن ابی طالب بیان کرتی ہیں اور یہ ایک لمبا خُطبہ ہے- صفحہ نمبر 500 سے نمبر507 تک محیط یہ انتہائی لمبی تقریر ہے- عربی زبان میں اتنی اعلیٰ بنائی گئی ہے کہ اسے سننے کے بعد کوئی بندہ روئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کیا یہ انصاف ہو رہا ہے؟ اور یہی وہ حدیثیں ہیں جنہیں پڑھ پڑھ کر ایک گروہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالیاں نکالتا ہے- وہ (گروہ) کہتا ہے کہ تم (سنی) کس ابوبکر کا ذکر کرتے ہو جس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رُلایا-

امام ابن الاثیرؒ کا تبصرہ: مگر (اس خطبہ کی بابت) امام ابن الاثیرؒ یہاں پر لکھتے ہیں کہ حدیث کے علماء نے چھان بین کر لی کہ یہ خطبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لے کر جعلی بنایا گیا ہے تاکہ لوگوں کو رلایا جائے- نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دربار میں گئیں اور نہ ہی انہوں نے خطبہ دیا- آگے 508 صفحہ پر لکھتے ہیں کہ یہ خطبہ اگرچہ من گھڑت ہے مگر ہے بہت عمدہ اور اعلیٰ- الفاظ ایسے خوبصورت ہیں اور تقریر ایسی بنائی ہے کہ اس کے بنانے والا حجاج بن یوسف ثقفی سے کم نہیں جو ظالم ضرور ہوا، مگر فصیح بہت تھا- خطبہ جب حجاج بھی دیتا تھا تو دنیا عش عش کر اٹھتی تھی- اور غریب الحدیث کی جو کتب ہوتی ہیں ان میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں اس میں ہم صرف لفظوں کی تشریح کرتے ہیں یہ ڈکشنری ہوتی ہے- ایسی کتب حجاج بن یوسف کے کلام اور خطبوں کی شرح سے بھری ہوئی ہیں- تو اس سلسلے میں کوئی حرج نہیں کہ چاہے یہ خطبہ جعلی ہے اس میں جو مشکل الفاظ آرہے ہیں ہم ان کی تشریح کریں گے اور زیادہ لمبی روایات جن کی میں نے شرح کی ہے اس کتاب میں ان میں زیادہ تر من گھڑت ہیں لیکن بنانے والوں نے اس میں کاریگری بہت دکھائی- اس لیے خطبہ لوگ اپنی نسلوں کو زبانی یاد کرواتے ہیں شیعہ گروہ کے علماء اس خطبے کو حفظ کرواتے ہیں- یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ فدک یاد کرو اور لوگوں کو سناؤ- بلاشبہ خطبہ رلانے والا ہے لیکن جعلی ہے [10] - اس میں کوئی حقیقت نہیں-

نبی کا وارث نہیں ہوتا- اس حدیث کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علم نہیں تھا!

اس کے بعد اب اہلسنت کا تذکرہ آجاتا ہے کہ اہل سنت کیا کہتے ہیں- انہوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نبیوں کا وارث کوئی نہیں ہوتا لیکن اس بات کا علم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں تھا- وہ ناراض ہی اس لیے ہوئیں کہ یہ حدیث ان کے علم میں نہیں تھی- جب انہوں نے فَدَک مانگا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہی بات سنائی اور وہ ناراض ہو گئیں [11] - اب اِدھر یہ مصیبت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حدیث) اپنی بیٹی کو کیوں نہ بتائی؟

اور یہ(اس مسئلہ پر) مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ سے بالمشافہ میری گفتگو ہوئی کہ...معاذ اللہ... رسول اللہ ﷺ نے اچھا دین پہنچایا کہ جس نے مطالبہ کرنا تھا اور جسے حصہ ملنا تھا اور اگر اس نے ہی محروم رہ جانا تھا تو یہ تو رسول اللہ ﷺ کا کام تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتاتے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بتاتے اور اپنی ازواج کو بتاتے کہ نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا- جن کا شریعت کے مطابق حصہ بنتا تھا وہ تو اپنا حصہ طلب کر رہے تھے۔ جیسا کہ حضرت عباس تھے ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں جو(حصہ) مانگ رہے تھے اور بیویاں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (درخواست) بھیج رہی تھیں- یہ عجیب رسول اللہ ﷺ نے... نعوذ باللہ... تماشا بنایا کہ جنہوں نے سوال اٹھانا تھا انہیں تو بے خبر رکھو لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتا جاؤ کہ جب وہ مطالبہ لے کر آئیں تو انہیں جواب دے دیں- یہ بات یا تو معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی کوتاہی ہے یا اگر حضور ﷺ نے بتایا اور یہ لوگ مانگنے سے باز نہیں آئے تو یہ لوگ مومن نہیں- اللہ تعالی فرماتا ہے کہ رسول ﷺ کے فیصلے پر دل میں بھی برا مت مناؤ- (معاذاللہ) یہ اچھی جنت کی عورتوں کی سردار ہے وہ اچھا چاچا ہے جو جاننے کے باوجود بھی جھگڑے سے باز نہیں آتا اور اچھی بیویاں ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بار بار(پیغام) بھیجتی ہیں- یا پھر رسول اللہ ﷺ کا معاذاللہ قصور ماننا پڑے گا جنہوں نے مسئلہ اعلانیہ نہیں بتایا- یا پھر انہیں (اہل بیت کو) لالچی سمجھو، یا (پھر) یہ کہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خود سے حدیث گھڑ لی تھی- یہاں کیا کریں؟ کسی طرف جانے کا کوئی رستہ ہے بھلا؟ سوائے لا جوابی کے کوئی جواب نہیں-

تو اس بنا پر یہ کہنا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس مسئلے کی خبر نہیں تھی- یہ صاف الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کو مجرم بنانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹی کو نہ بتایا اور وہ دھکے کھاتی رہی اور اتنا فساد پڑ گیا کہ کوئی انکو مظلومہ کہتا ہے اور کچھ لوگ انکو غلطی پر کہتے ہیں- یہ سارا قصور تو ...معاذ اللہ... رسول اللہ ﷺ کا ہوا- صرف دو حرف کہنے تھے گھر میں کہ بیٹی! کوئی جائیداد میں حصہ نہیں- تو کیوں نہیں بتایا؟ اس لیے اگر ابن تیمیہ منہاج السنہ میں زور لگائیں یا کوئی اور یہ سب جواب باطل ہیں! ایسی بات کہنا ہی گناہ ہے کہ معاذاللہ رسول اللہ ﷺ نے مسئلہ نہیں بتایا-

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی - دونوں کو علم تھا!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بالکل علم میں تھا کہ نبیوں کا کوئی وارث نہیں- اس بات کو ذہن میں رکھیں- جو یہ کہے کہ انھیں علم نہیں تھا تو وہ جھوٹ بولتا ہے- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بالکل اسی طرح جانتی تھیں جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جانتے تھے- چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دوبارہ دعویٰ کیا تو قسم دے کر یہ پوچھا کہ اس خدا کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نبیوں کا وارث کوئی نہیں؟ تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ بالکل حضور ﷺ نے فرمایا تھا [12] ذرا سوچیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ دونوں جانتے ہوں لیکن حضرت فاطمہ

رضی اللہ عنہا کو پتہ نہ ہو کیا یہ ممکن ہے؟ یہ توخود اپنے آپ کو پھنسانے والی بات ہے کہ ...معاذ اللہ... رسول اللہ ﷺ نے کوتاہی کی اور بیٹی کو نہ کچھ بتایا- ہر گز ایسا نہیں! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بالکل جانتی تھیں-

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی سچے تھے: (انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی) اور نہ ہی اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جھوٹے تھے- وہ بھی ٹھیک کہتے تھے- بہت سے دیگر صحابہ نے ، (جیسا کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں حضرت سعد بن ابی وقاص ,حضرت زبیر ,اور عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہم) سب نے یہ بات کہی کہ واقعی حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا [12] -اس لیے یہ حدیث کا اختلاف نہیں ہے-

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی

پھر اگر یہ حدیث کا اختلاف نہیں تھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض کیوں ہوئی؟ جب (انہیں) پتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے تھے کہ نبیوں کا وارث نہیں ہوتا تو اگر حضرت ابو بکر نے یہ بیان کیا تو کیا برا کیا؟ ایک طرف وہ آپ کے والد ہیں دوسری طرف اللہ کے نبی ﷺ ہیں آپ کو تو (حدیث کو) زیادہ ماننا چاہیے تھا- مگر آپ ناراض ہوئیں اور ناراض بھی اتنا ہوئیں کہ پھر موت تک کلام نہیں کیا (ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) [11] - ادھر بھی سنی جھوٹ بولتے ہیں کہ بعد میں حضرت ابوبکر نے منا لیا تھا- جھوٹ سے کوئی مقدمہ نہیں جیت سکتا- آئیں دلیل سے بات کریں، اور انشاءاللہ اگر خطبہ چھپ جاتا ہے تو معترض بول نہیں سکیں گے۔ اگر کسی کے پاس سوال ہو خواہ سنی ہو یا شیعہ تو علم سے بحث کریں، میں حاضر ہوں (اب مولانا مرحوم اس دنیا سے جا چکے ہیں)۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ضرور ناراض تھیں اور بالکل راضی نہیں ہوئیں- آخر تک ناراض رہی ہیں، ناراضگی ہی میں فوت ہوئی ہیں اور جنازہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو نہیں بلایا، رات کے اندھیرے میں ہی دفن کر دیا- بخاری مسلم سب میں یہ بات بالکل موجود ہے [11] - اس سے انکار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں- حقائق کا سامنا کرو- جو ہوا ہے اسے سچ مانو ساتھ ہی ساتھ اس کا کوئی حل کرو جو صحیح ہو جس سے کسی پر اعتراض نہ آئے- کوئی لے آتا ہےکہ شعبی مرسل حسن ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں منا لیا تھا- مرسل تو خود ضعیف کی ایک قسم ہے- آپ صحیحین یعنی مسلم بخاری کو چھوڑ کر کیوں ایسی روایات ڈھونڈتے ہیں جو کہ کمزور ہیں - لہٰذا سچ یہی ہے کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہی رہیں اور ناراض ہی فوت ہوئی ہیں-

امام ابن کثیرؒ کا سیدہ فاطمہ کی ناراضگی پر تبصرہ: اور اس بارے میں امام ابن کثیرؒ خود مانتے ہیں کہ اس معاملے نے اہل تشیع کے لئے ایک (برائی کا) دروازہ کھول دیا- کتنی بڑی مصیبت پڑ گئی ہے کہ وہ ناراض فوت ہوئیں اور یہ گروہ ان کا حمایتی بن گیا- یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض فوت ہوئی ہیں اس لیے ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی نہیں- تم (سینوں) نے ماننا ہے تو مانتے پھرو- جس نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو ناراض کیا ، ہم کیسے اس سے راضی ہو سکتے ہیں؟ ہم راضی نہیں ہو سکتے ہم نے ناراض ہی رہنا ہے- تو اس ضمن میں امام ا بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بول چال بند کر دینا، انہیں جنازے پر نہ بلانا اور مرنے تک ناراض ہی رہنا، اس بات نے شیعہ فرقے کے لیے ایک بہت برائی کا راستہ کھول دیا ہے اور انہیں اپنی جہالت کرنے کا بہت موقع مل گیا ہے- یہ صفحہ نمبر 202 ہے پانچویں جلد ہے البدایہ والنہایہ کی- کہتے ہیں اگر یہ لوگ اچھے طریقے سے غور کرتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عذر انہیں سمجھ آجاتا ، یہاں ابن کثیر اُنہیں اس مسئلے میں غُلو پر برا بھلا کہہ رہے ہیں اور کہتے ہیں کی

یہ لوگ (یعنی اہل تشیع) گول مول باتوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔
چنانچہ مصیبت تو امت کیلیے بن چکی ہے، جیسا کہ امام ابن کثیرؒ خود مانتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ناراض مرنے سے انہیں ایک بہانہ مل گیا اور یہ اب اس بات کی جان نہیں چھوڑتے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض فوت ہوئی ہیں [13] - (اُن کی باتیں درحقیقت) یہ صحیح بخاری مسلم کی روایات ہیں۔ اس کے مقابلے میں جو یہ کہتا ہے کہ وہ راضی ہو گئی تھیں تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ جنازہ میں بالکل نہیں بلایا اور یہ نہیں آئے۔ اب اپنی طرف سے حدیثیں وضع کرکے یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا تھا۔ ابھی وقت نہیں وگرنہ میں میزان الاعتدال سے پڑھتا کہ یہ بالکل جعلی راویوں کی بنائی ہوئی ہے۔ کچھ اصل نہیں اس کی۔ نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنازہ پر آئے اور نہ ہی کسی نے انہیں بلایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے ناراض فوت ہوئی ہیں۔ اس بات کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔
حضرت فاطمہ ناراض کیوں ہویں؟ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ حدیث معلوم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ حضور ﷺ نے فرمائی ہے اور لازمی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی معلوم ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسے حضور ﷺ کی حدیث کہہ رہے ہیں۔ تو پھر (اہل بیت) ناراض کیوں ہوئے؟ دراصل مسئلہ غلط (فہمی کا شکار) ہوگیا ہے - اکثر اہل فکر دوسری وادیوں میں چلے گئے۔ وراثت کا جھگڑا تھا ہی نہیں۔ یہ بات توجہ سے سن لیں۔ یہ بات مجھے عمر بھر کی تحقیق سے ملی ہے جس کی بنا پر میں بالکل مطمئن ہو گیا کہ نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غلط ہیں اور نہ ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غلط تھیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ — "نبی کی وراثت نہیں ہوتی" کا صحیح فہم؟

یہاں فہم کا اختلاف ہے۔ حدیث پاک بالکل سچی ہے مگر حدیث کا یہ مفہوم بالکل نہیں کہ نبی کی زمین کسی کو مل نہیں سکتی۔ زمین مل سکتی ہے۔ اور صدقے سے مراد بھی خیرات نہیں۔ جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ" ما ترکنا صدقۃ (ہم انبیاء جو بھی چھوڑیں وہ صدقہ ہے)" اس سے مراد وہ صدقہ نہیں جو سادات کے لیے حرام ہے بلکہ حدیث کی کتابیں نکال کر پڑھیں۔ جہاں پر وقف کا بیان آتا ہے کہ کوئی زمین جس کے بارے میں اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ یہ نہ بکے گی نہ کسی کو دی ہی جائے گی اور نہ ہی بانٹی جائے گی، یہ قیامت تک ایسے ہی رہے گی اور اس کی آمدنی فلاں کام پر خرچ ہوگی۔ اس وقف کو عربی زبان میں صدقہ کہتے ہیں [14] - (اسی طرح) حضور ﷺ نے فرمایا ... جاءنا صدقہ.... امام ابن کثیرؒ خود فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں تھا کہ وہ (یعنی فدک) وراثت میں نہیں آتی تھی بلکہ وراثت میں اس لیے نہیں آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے وقف کر دیا تھا۔ میں بھی اپنی زمین میں سے دو کھیت اگر وقف کر دوں کہ یہ نہیں بانٹے جائیں گے اور نہ کوئی بیچ سکے گا تو یہ وقف بھی صدقہ ہے۔ جتنی احادیث وقف کے باب میں آئی ہیں سب صدقہ ہیں۔
اور سب سے پہلا (ایسا وقف) صدقہ اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا [14] - جب خیبر میں انہیں حصہ ملا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کرو کہ زمین قیامت تک تمہاری ملکیت سے ملے بھی ناں، ٹکڑا بھی ایسے ہی رہے مگر اس کی آمدنی مسکینوں پر خرچ ہوتی رہے اور مسافروں پر اور تمھارا کنبہ بھی کھائے۔
امام ابن کثیرؒ کا وقف پر تبصرہ: امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جو حضور ﷺ کی زمینیں تھیں وہ آپ ﷺ کے خاندان کو اس لیے نہیں ملیں کیونکہ نبیوں کی وراثت نہیں چلتی، (امام ابن کثیر فرماتے ہیں) اس طرح کی حجت پیش کرنے

والے جھوٹ بولتے ہیں ہے- چونکہ حضورﷺ نے اعلان کر دیا تھا کہ یہ زمینیں وقف ہیں اس لیے یہ زمینیں وقف ہو گئی تھیں اور وقف اگر میں بھی کردوں ،تو صرف نبی کی بات نہ کریں ، بلکہ ہماری بھی کسی اولاد کو نہی مل سکتیں- حضور ﷺ کی بیوی ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن الحارث نے کہا کہ حضور ﷺ جتنی بھی زمین چھوڑ گئے تھے اسے حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی وقف قرار دے دیا تھا [15] - اس لئے وقف ہونے کی وجہ سے نہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مل سکتی تھی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو- کسی کو بھی نہیں مل سکتی تھی- قیامت تک ویسے ہی رہے گی کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے-

یہاں میں ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت بھی پڑھ دوں- ٹھیک ہے کہ زیادہ علماء یہی کہتے ہیں کہ اس لیے زمینیں نہیں ملی کیونکہ نبیوں کی وراثت نہیں ہوتی مگر انہوں (ابن کثیر) نے اس کا بھی ذکر کیا کہ یہ بھی علماء لکھتے ہیں اور اس کی تائید بھی کی- کہتے ہیں کہ اس کا معنی ضرور یہ نہیں کہ نبیوں کا وارث کوئی نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس کو اپنی طرف سے وصیت کیا کہ ویسے تو نبی کے وارث ہو سکتے ہیں لیکن میرا وارث نہیں ہونا کیونکہ میں نے اسے وقف کر دیا ہے اور اسی لئے نبی ﷺ کی جائیداد تقسیم نہیں ہوئی کیونکہ آپ ﷺ نے اسے خود ہی وقف کردیا تھا- زیادہ لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ نبیوں کا وارث نہیں ہوتا مگر دوسرا معنی کہ حضورﷺ وقف کرگئے تھے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے وارث درہم ودینار نہیں تقسیم کریں گے- جو میں نے اپنی بیویوں اور نمائندوں کے خرچہ کے بعد چھوڑا وہ صدقہ ہے [15] - گویا وقف کا اعلان کر دیا- پھر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تائید ملتی ہے کہ وقف والا معنی زیادہ قوی ہے-

اصل مسئلہ وقف کے متولی اور نگران کا تھا

اب ان زمینوں کے متولی اور ناگر کا مسئلہ تھا یعنی اسکی نگرانی کون کرے؟ یہ کس کے پاس رہے اور کون اس کی آمدنی کو خرچ کرے؟ جہاں کہیں بھی آمدنی کو خرچ کریں، جن لوگوں کو تقسیم ہو یہ آمدن اس سب کام کا متولی اور نگران کون بنے؟ اختلاف صرف اس بات کا تھا- بات اگر وراثت کی ہوتی تو حضور ﷺ تو بتا گئے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی معلوم تھا- حدیث کا کوئی بھی منکر نہیں تھا کہ نبی کا وارث نہیں ہوتا کیونکہ آپ ﷺ نے کوئی زمین رہنے ہی نہ دی جو تقسیم ہو- حضور نے ﷺ اسے وقف کررکھا تھا- مگر (مسئلہ یہ تھا کہ) وقف کا نگران اور متولی کون ہو؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فہم تھا کہ میں خلیفہ وقت ہوں اس لیے خلیفہ ہونے کی وجہ سے اس زمین کا نگران اور متولی میں ہوں- اس کی آمدنی میرے کنٹرول میں ہو گی [16] - اہل بیت سے بھی انہوں نے فرمایا کہ آپ کو اس میں سے ویسے ہی حصہ ملتا رہے گا جیسے رسول اللہ ﷺ کے دور میں ملتا تھا [11] - لیکن آپ اس کے نگران نہیں ہو سکتے-

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کہنا یہ تھا کہ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علاقہ وقف کیا تھا اور حضرت حفصہ اس کی نگران تھیں- جب تک حضرت عمر کی بیٹی زندہ رہیں صحیح حدیث میں ہے کہ وہ نگران تھیں اور وہ کہہ گئے تھے کہ جب حفصہ فوت ہو جائیں تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کے نگران ہو جائیں گے- اگر وہ بھی فوت جائیں تو اس کے بعد میرے خاندان کے بڑے لوگ اس کے نگران ہونگے- اس لیے جو وقف کرے اس کی اولاد اس کی نگران ہوتی ہے- جائیداد تقسیم ہونے کی بات نہیں تھی- تو(جان لیں کہ) حضرت فاطمہ کوئی جائیداد نہیں چاہتی تھیں صرف نگرانی اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں-

لٰہذا اس حدیث کے فہم میں اختلاف ہوگیا- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حکومت نگران ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا تھا کہ وارث نگران ہوں گے-کسی کو غلط کہنے کا معاملہ بھی نہیں- نبی علیہ السلام کی معاذاللہ کوتاہی نہیں ہے (کہ آپ معاذاللہ یہ مسئلہ حل طلب چھوڑ گئے اور معاذاللہ اہل بیت کو خبر ہی نہ تھی آپ کے قول کے بارے میں)۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (حضرت فاطمہ کو) نہیں بتایا تھا بالکل جھوٹ بولتے ہیں- سب کو علم تھا اہل بیت کو بھی اور دوسروں کو بھی کہ آپ ﷺ نے اس زمین کو وقف کردیا ہے اور اس کا وارث کسی نے نہیں بننا-

مگر اس کا نگران کون ہو؟ اس بارے میں کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دلیل تھی کہ حکومت اس کی نگران ہو نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ کا فرمان تھا کہ اہل بیت نگران مقرر ہوں گے- وہ ایک عام قاعدے قانون کے تحت سے یہ کہتی تھیں کہ اگر کوئی آدمی وقف کرے تو اس کی اولاد نگران ہوتی ہے- اور(معاذاللہ) ہڑپ کسی نے نہیں کرنا تھا- آمدنی اس کی ویسے ہی خرچ ہونی تھی کہ آپ کے خاندان کے لوگوں کو، یتیموں کو اور مسکینوں کو دی جائے- یہ بات دونوں پارٹیاں (شیعہ سنی) مانتی ہیں اور ایسے ہی ہوتا رہا-

اصل مسئلہ وقف کے متولی اور نگران کا تھا - علامہ السمہودی

(ایک کتاب ہے) وفاءالوفا باخبار بیت المصطفی از علامہ نور الدین علی بن احمد السمہودیؒ،التوفی 911 ھ [17] - (یہ تالیف) مدینہ منوّرہ کے بارے میں لکھی ہے- یہ ایک بڑی عمدہ کتاب ہے جو دو جلدوں میں سعودی عرب سے شائع ہوئی ہے- (اگرچہ) یہ ٹھیک ہے کہ اس کتاب میں کچھ کمزور باتیں بھی ہیں- کاش کہ اردو میں اس کا ترجمہ ہوجاتا تاکہ جو لوگ جعلی کتابیں لکھتے ہیں ان سے جان چھوٹتی-(یہ کتاب بتاتی ہے کہ) مدینہ کتنا آباد ہوا؟ اس میں کون سے قبیلے تھے؟ محلے ،مساجد ،کنویں جو اس وقت وہاں موجود تھے سب کچھ ان دو جلدوں میں تفصیلاً درج ہے- ہزار سے بھی زیادہ صفحات پر مشتمل ہے 1435) تقریباً صفحات) - سعودیہ نے خود بھی اس میں اضافہ کیا اور وہ بھی چھپ کر آگیا ہے-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنھما کا جھگڑا: ہوا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پھر دوبارہ ان زمینوں معاملہ اٹھا [12] - حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت فوت ہو چکی تھیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے- انہوں نے کہا کہ اے عمر! آپ ہمیں وہ زمینیں دے دیں- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمینیں تو نہیں ملیں گی- مبادا کہ میں آپ کو دے دوں اور آپ اپس میں بانٹ لیں- یہ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ سے کہا تھا تو آپ نے انہیں بھی "کاذب ،آثم، غادر اور خائن" کہا- آپ (سنی) لوگ بھی یہ باتیں چھپایا نہ کریں۔ شیعہ اگر یہ کہتے ہیں تو درحقیقت ان دونوں صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا کہ وہ جھوٹے، گناہگار، ظالم اور بددیانت ہیں- یہ بات دربار میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی کہ آپ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہی سمجھتے تھے- میں نے بھی یہی فیصلہ کیا اور آپ مجھے بھی یہی سمجھتے ہیں تو انہوں (حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنھما) نے آگے سے اس بات کا کوئی انکار نہیں کیا اور نہ ہی یہ کہا کہ آپ جُھوٹ بولتے ہیں [12] - وہ (حضرت علی اور حضرت عباس) درحقیقت بالکل اس فیصلے سے ناراض تھے اور یہ الفاظ غصے میں کہ رہے تھے جو کہ سب جانتے تھے کہ غصے میں کہے گیے تھے۔ لٰہذا اگر بڑے بزرگ آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کہہ بھی لیں تو کوئی بڑی بات نہیں، مگر (حقیقت کو) چھپایا نہ کرو- ایسے باتیں

چھپانے سے علم نہیں آئے گا بلکہ صرف مناظرہ بازی اور ہیرہ پھیری سیکھو گے۔

لہٰذا (واپس موضوع کی طراف آتے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کے سامنے کہا کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یہی مانتے تھے اور انہیں برا بھلا کہتے تھے...آثم ، کاذب ، غادر ، خائن...اور مجھے بھی یہی کہتے ہو۔ مگر ہم نے وہی کرنا ہے جو پہلے فیصلہ کرچکے ہیں اور یہ فَدَک حکومت کے قبضے میں رہے گا البتہ اگر آپ دونوں راضی اور متفق ہو جائیں تو میں فَدَک والی زمین تو نہیں دوں گا لیکن مدینہ میں جو زمین وقف ہے اس کا انتظام آپ کے سپرد کردوں گا۔ اسی طرح اس کا انتظام کرو جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوتا تھا آپ دونوں چارج سنبھال لیں۔ تو پتہ چلا کہ مدینہ کی حد تک اہل بیت کی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مان لی۔ فَدَک نہیں دیا، خیبر کی زمین بھی نہیں دی مگر مدینہ میں (یہودی قبیلہ) بنونضیر کی جو زمین موجود تھی، وہ ان دونوں کے حوالے کر دی گئی۔اس وقت بھی یہ صدقہ ہی رہا اور وقف ہی تھا کسی نے اسے کھایا نہیں تھا مگر چارج انہیں کو دے دیا اور تسلیم کرلیا کہ اس حد تک آپ کی بات درست ہے۔

بعد میں ان دونوں (یعنی علی اور عباس رضی اللہ عنہما) کا آپس میں اختلاف شروع ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے چچا! آپ کا اس میں کوئی حق نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا اس لئے تھا کہ ان کا بھی وہی موقف تھا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تھا وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اس کی نگران بیٹی ہے۔ یہ وہ جائیداد نہیں ہے، جو (کسی رشتہ دار، جیسا کہ آپ) چچا کو ملے، آپ خواہ مخواہ اسے وراثت سمجھ رہے ہیں۔ یہ ناظم مقرر ہونے کی بات ہے، پہلے وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اس کے بعد میں ہوں۔ آپ کا اس وراثت میں کوئی حق نہیں۔ لیکن یہ دونوں پھر جھگڑ کر چلے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ اِس پر انہوں نے دونوں کو کہا کہ آپ ہمیں بھی ایسا ہی سمجھتے تھے اب یہ عباس آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں کہ آپ بھی جھوٹے، ظالم، کاذب ہیں۔ یا تو آپ یہ لڑائی ختم کر کے صلح کریں ورنہ میں یہ زمیں ہی واپس لے لوں گا اور جیسے پہلے حکومت کے قبضے میں یہ علاقہ تھا ویسے ہی رہے گا اور آپ کو اس کے انتظام سے بے دخل کردیا جائے گا۔ وہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ساتھ تھے انہوں نے والد صاحب کو پیچھے کھینچ لیا اور کہا کہ اتنا علاقہ بھی بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے کیوں اسے گنواتے ہیں؟ چھوڑیں اس کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ یہ صحیح بخاری مسلم سب کتب میں درج ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر غالب آگئے اور ان کے قبضے میں یہ علاقہ چلا گیا۔

<u>حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں جائیداد نہ بانٹی:</u> اب ہمارے سنی علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیوں جائیداد نہ بانٹی؟ یہ ساری نادانی اس وجہ سے آئی کہ ان سب سنیوں کے دماغ میں یہ بات سما چکی ہے کہ جائیداد کو وراثت کے طور پر تقسیم ہونا چاہیے۔ وہ الجھن بھی میں دور کر چکا ہوں کہ وراثت کا کسی کے ذہن میں نہیں تھا، نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے (اور) نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذہنوں میں وراثت کا مسئلہ درپیش تھا۔ سب یہ سمجھتے تھے کہ حضور ﷺ کی وراست نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے اسے وراثت رہنے ہی نہیں دی اور وقف کردی تھی۔ صرف نگرانی کا مسئلہ تھا تو اس لیے جو اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبضہ کر لیا تو انھوں نے اپنے وارثوں کو کیوں نہیں بانٹا؟ وارثوں کو بانٹنے کا مسئلہ تو پہلے بھی نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے بانٹ دیتے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو؟ تو یہ بانٹنا نہیں تھا بلکہ صرف اس کا انتظام کرنا تھا اور اسی لئے وہ (انتظام) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو اپنے قبضے میں رکھا۔

بعد میں صحیح بخاری میں آتا ہے کہ پھر وہ علاقہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس۔ یعنی جو وہ (اہل بیت) چاہتے تھے وہ ہوگیا کہ ان کی اولاد میں سے ایک ایک آدمی اس کا نگران ہوتا گیا، (جیسا

کہ) علی ابن حسین زین العابدین (نگران) ہوئے اور حسن ابن حسن ہوئے [18] - اور یہی اہل بیت کا شروع سے مطالبہ تھا کہ زمینیں وقف ہیں جیسے حضورﷺ نے کی تھیں مگر نگران اہل بیت رہیں گے- یہ مطالبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی حد تک مان لیا اور وہ اہلبیت میں چلتا رہا- پھر بنو عباس نے ظلم کرکے اسے چھین لیا ورنہ مدینے کی حد تک تمام علاقہ اُن کے قبضے (یعنی زیر نگرانی) میں ہی رہا اور اس بارے میں بہت اچھا لکھا (علامہ سمہودیؒ نے) اور یہی صحیح حل ہے ورنہ سب لوگ وادیوں میں گھومتے ہیں اور کوئی حل نہ کر پاتے-

جس نے یہ کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث کا علم نہیں تھا تو اس مقدمے میں معاذاللہ رسول اللہ ﷺ موردِ الزام ٹھرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بیٹی کو کیوں حدیث نہیں سنائی اور اگر یہ کہتے ہیں کہ حدیث سن کر ناراض ہو گئیں تو پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا مسلمان نہیں رہتیں (معاذاللہ) - حدیث آپ ﷺ نے بتلا رکھی تھی اور سب کو پتہ تھا مگر حدیث کا یہ مفہوم نہیں تھا کہ نبیوں کی وراثت ہوتی ہے یا نہیں وہ علیحدہ مسئلہ ہے- یہاں بات ہی یہ تھی کہ حضورﷺ نے خود اعلان کر دیا تھا کہ وہ وقف ہیں اس لئے ان کی تقسیم نہیں ہوگی- وقف کبھی بھی تقسیم نہیں ہوتا اسی حال میں رہتا ہے تاہم اس کی آمدنی خرچ ہوتی رہتی ہے-

<u>علامہ السمہودیؒ کا تبصرہ:</u> یہ صفحہ نمبر 996 ہے [17] - علامہ السمہودیؒ لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ میں جو یہ چھوڑ کر جا رہا ہوں یہ تقسیم نہیں ہوگا بلکہ یہ صدقہ ہے تو یہ خیر خیرات والا صدقہ نہیں ہے بلکہ حدیث کے دفتر بھرے ہوئے ہیں کہ یہ وقف کو کہا جاتا ہے- اس لئے زمین وارثوں میں نہیں بانٹی جاتی کہ وارث ٹکرے کرلیں بلکہ اس پر نگران مقرر ہوگا، اس کی آمدنی کو وصول کیا جائے گا اور اس کو خرچ کیا جائے گا ، یہ پیغمبر کے وارثوں کا حق ہے- اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کوئی گھر یا برتن نہیں مانگے- انہیں پتہ تھا یہ تقسیم نہیں ہوگی ـ اُنھوں نے زمین مانگی کہ اس کی نگرانی مجھے دی جائے- علی اور عباس رضی اللہ عنھما کا بھی وہی عقیدہ تھا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تھا کہ یہ زمین بانٹی نہیں جائے گی- مگر نبی کے بعد اس کے نگران نبی کے اہلبیت ہوں گے- جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھتے تھے کہ حضورﷺ نے حاکم وقت ہوتے ہوئے انہیں وقف کیا اس لئے جو ان کا نائب ہے یہ اس خلیفہ کا کام ہے- دلیل اسکی یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس علی اور عباس رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے پوچھا کہ اے علی! اے عباس! اللہ کی قسم کھا کر کہو کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ نبیوں کا وارث نہیں ہوتا اور جو ہم چھوڑ کر جائیں وہ وقف ہے- دونوں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے تو لکھتے ہیں کہ جب وہ بھی حدیث مانتے تھے اور اس کے باوجود مانگنے بھی آگئے تو سوائے اس کے کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات پر تھے کہ یہ زمین تقسیم نہیں ہوگی، نہ ٹکڑے کی جائے گی بلکہ وقف ہی رہے گی مگر اس کی نگرانی پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق تھا اب ہمارا حق ہے- بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس زمین کو لے لیا-

اور یہ 998 صفحہ پرفرمایا [17] جب وہ (حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنھما) حدیث بھی مانیں کہ واقعی اللہ کی قسم! ہمیں یہ بات پتہ ہے اور ساتھ اسے مانگتے بھی تھے کہ ہمیں دے دو [12] تو سوائے اس کے اور کوئی معنی نہیں نکلتا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ وقف ہے- اور وارث جو ہوتے ہیں وقف کرنے والے کے یعنی اس کی اولاد وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ حقدار ہوتے ہیں کہ وہ اس کی نگرانی کریں-

مثال کے طور پر میں اگر کوئی مسجد وقف کروں تو میرے بچے بعد میں اس کی نگران ہونگے- وہ مسجد تقسیم نہیں ہوتی (جائیداد کی طرح) مگر اس کا انتظام میرے بچوں کے سپرد ہو جائے گا- خاص طور پر مدینہ کی جو زمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دے دی تھی وہ پھر انہی (اہل بیت) کے قبضے میں رہی اور ان کے بعد حضرت حسن ، حضرت حسین، علی زین العابدین اور

پھر حسن بن حسن علیہم السّلام یعنی اہل بیت ہی اس پر نگران رہے- کسی نے انہیں وہاں سے نہیں ہٹایا- جس بات پر وہ پہلے مصِر تھے وہ مان لی گئی کہ زمینوں کی نگرانی اُن کو دے دو مگر صرف مدینے کی زمینیں دی گئیں- بعد میں بنو عباس (عباسی دورِ حکومت) نے ان سے وہ زمین بھی ہتھیا لی-

ظالم حکمران متوکل نے حضور ﷺ کا نشان مٹا دیا: علامہ السمہودیؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ صدقہ بعد میں قائم رہا- سات باغ تھے جو مخیریق حضور ﷺ کے لئے وصیت کر گیا تھا- وہ بعد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں رہے- لوگ ان کے پاس جاتے تھے اور وہاں کی کھجوریں کھاتے تھے اور فَدَک کا علاقہ بھی خلیفہ مامون الرشید نے اپنے زمانے میں بنی فاطمہ کو دے دیا تھا- اس نے کہا کہ جیسے مدینہ کی زمینوں پر آپ کا حق ہے اسی طرح فَدَک کی زمینوں پر بھی آپ ہی کا حق ہے- وہاں 11 پودے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگائے تھے جو بہت زیادہ پھل دیتے تھے اور اس کا پھل مدینے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں آتا تھا- جب لوگ حج پر جاتے، اور زیارات پر جاتے تو ان کے دروازے پر بھی جاتے اور برکت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی لگائی ہوئی کھجوریں طلب کرتے- وہ انہیں کھجوریں دیتے اور پھر لوگ اپنے طور پر ان کی خدمت محبت سے کرتے تھے تحفے تحائف دیتے تھے- پھر متوکل عباسی حکمران نے ایک شخص کو مقرر کیا کہ اس باغ کا نام و نشان مٹا دو- اس آدمی کا نام بھی تاریخ میں موجود ہے جسے بنوسقیف میں سے بھیجا اور اس نے وہ 11 پودے جڑ سے اکھاڑ دیے اور حضور ﷺ کا نشان مٹا دیا- مؤرخین لکھتے ہیں اللہ تعالی نے اس کی سزا یہ دی کہ وہ سال ہی میں فالج زدہ ہو کر انتہائی ذلت کی موت مرگیا- بہر حال صد افسوس کہ اہل بیت کے پاس جو حضور ﷺ کا ایک تبرک تھا ، ظالم متوکل نےاس کا نشان مٹا دیا- یہ واقعہ جو کہ مستند ہے، گو کہ اس تقریر میں مکمل بیان نہیں ہوسکا، مگر چونکہ یہ سلسلہ ختم کرنا مقصود تھا میں نے اسے (مختصراً) بیان کر دیا- اگر اس سلسلے میں کسی کے ذہن میں کوئی شبہ ہو تو بعد میں بھی ملاقات کر سکتا ہے اور اپنی تسلی کر سکتا ہے-

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا تبصرہ: مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ جو صدر المدرسین تھے دیوبند کے- انہوں نے بخاری کی شرح فیض الباری میں کہا کہ جو علامہ السمہودیؒ فرماگئے اس کے سوا کوئی حل نہیں کہ وہ علاقہ وقف تھا- جھگڑا صرف اس کے متولی بننے کے بارے میں تھا ورنہ نہ تو حدیث سے کوئی غافل تھا اور نہ ہی کوئ بے خبر تھا- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی اس وجہ سے نہیں تھی کہ جعلی حدیث بنائی گیٔ ہے (معاذاللہ) بلکہ صرف مطالبہ یہ تھا کہ بیٹی ہونے کی حیثیت سے نگران مجھے ہونا چاہیے تھا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حفصہ اُنکی زمینوں کی نگران تھیں- مطالبہ منظور نہ ہونے پر وہ ناراض ہوئیں اور ناراض ہی فوت ہوئیں- جتنی رضامندی کی روایات ہیں ان میں دیانت نہیں اور حدیثوں کے ساتھ ہیراپھیری ہے- (کچھ لوگ) چالاکی سے کام لیتے ہیں اور وہاں سے(یعنی ضعیف اور کمزور روایات کا سہارا لے کر) سیدہ کو راضی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں- وہ راضی نہیں تھیں بلکہ وہ ناراض ہی فوت ہوئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات میں ہی دفن کیا اور اُن (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو نہیں بلایا- یہ بات بالکل صحیح احادیث میں موجود ہے-

اگر حضرت فاطمہ ناراض ہوئیں تو کیا رسول اللہ ﷺ بھی ناراض ہیں؟

آخر میں ایک اعتراض ہے جس کا جواب دینا ضروری ہے- وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا- اس لئے جب حضرت فاطمہ ناراض فوت ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ بھی ناراض ہوئے- اس مشکل کا حل ذہن میں رکھیں!

صحیح بات یہ ہے کہ اغضاب اور چیز ہے... یعنی قصداً کسی کو ناراض کرنا- میں اگر دل سے ایسا کچھ کروں کہ کوئی دوسرا اس کے نتیجے میں غصہ ہو جائے اور ناراض ہو جائے تو یہ جرم ہے- مگر دوسری صورت یہ ہے کہ میں کسی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا مگر اپنے علم کی حد تک صحیح کرتا ہوں اور اپنے طور پر ٹھیک کرتا ہوں لیکن دوسرا غصہ یا ناراض ہوجائے تو یہ غضب ہے- وہ اپنی سمجھ کی وجہ سے ناراض ہو گیا- یہ الگ بات ہے- اگر میری نیت میں فتور ہو اور میں جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کروں کہ اگلا شخص ناراض ہو جائے تو یہ جرم ہے-

اس کے لیے قرآن مجید سے مثال سنیں- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو امتی ہیں- یہاں دو پیغمبر ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے عمر میں بھی بڑا ہے- حضرت ہارون علیہ السلام (حضرت موسیٰ سے) تین سال بڑے ہیں وہ بھی اللہ کے نبی ہیں- اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تین سال چھوٹے ہیں وہ بھی اللہ کے نبی ہیں- نبی کو جب کوہ طور پر اللہ نے بتایا کہ آپ آگئے ہیں اور پیچھے قوم نے بچھڑا بنا کر اسے پوجنا شروع کر دیا ہے تو اتنے غصّے میں مڑے اور جا کر وہ تختیاں جن پر تورات لکھی تھی، وہ دور پھینکیں اور حضرت ہارون کو جو کہ بڑے بھائی بھی تھے اور نبی بھی تھے، انہیں داڑھی سے پکڑ لیا اور سر سے بھی- یہ قرآن کا بیان ہے- یعنی نبی نے نبی کو پکڑ لیا- پھر نبی نے کہا کہ کیوں لوگوں کے سامنے تماشا کرتا ہے میرا قصور نہیں ہے- میں نے سمجھانے کی پوری کوشش کی لیکن یہ لوگ مجھے ماردینے والے تھے [19] - یہ عذر سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی خاموش ہوگئے- لہٰذا پتہ چلا کہ پیغمبر بھی ایک دوسرے سے ناراض ہو سکتے ہیں حالانکہ نیت کسی کی ایک دوسرے کو ناراض کرنے کی ہر گز نہیں تھی مگر وہ غصے میں آگئے- گلہ یہ تھا کہ آپ نگران تھے تو کیوں نہیں روک سکے آپ (ہارون علیہ السلام) بت پرستی کیوں ہوئی؟

پتہ یہ چلا کہ غصے میں آجانا ایک اور بات ہے- بشر غصے میں آ جاتا ہے- اس سے کوئی قیامت نہیں آ جاتی- ناراض کرنا یعنی دل سے کوئی کہے کہ کون ہے فاطمہ! ہم نہیں جانتے! یہ غلط ہے (اور اگر ایسا کوئی بھی کرے گا تو یقیناً اُس سے رسول اللہ ﷺ ناراض ہوں گے)-

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حب اہل بیت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے... ارقُبُوا محمداً فی اہل بیتہ.... کہ اگر رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ان کا خیال رکھنا ہے تو حضور ﷺ کی آل سے محبت کرو اور اُن کا خیال رکھو [20] - اور یہ بھی کہا کہ جس طرح آل محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں (زمینوں کی آمدنی سے) کھاتے تھے اسی طرح اب بھی کھائیں گے- آمدنی کا مسئلہ کوئی نہیں تھا بلکہ جو خرچہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ملتا تھا وہی بعد میں بھی ملتا رہا اور ساتھ ہی یہ الفاظ فرمائے کہ اللہ کی قسم ! مجھے اپنے خاندان کے لوگوں سے نیک سلوک کرنا اتنا پیارا نہیں جتنا رسول اللہ ﷺ کے خاندان کے ساتھ نیک سلوک کرنا پیارا ہے [20] - مگر کیا کریں! اس معاملے میں آپ (حضرت فاطمہ) کی سمجھ اور ہے اور میرا نکتہ نظر اور ہے-

تو صرف سمجھ کا فرق تھا- ورنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوئی بے ادبی نہیں کی- جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دربار سے دھکے دے کر باہر نکال دیا یہ سب جعلی ہیں- جو مرضی بیان کرتا ہے ایسی باتیں نہ شیعوں کی معتبر ہیں نہ سنیوں کی- یہ آگ لگانے والی باتیں ہیں- حضرت ابوبکر رض نے احترام سے صرف اتنا جواب دیا تھا کہ متولی میں ہوں باقی خرچہ آپ کو ضرور ملے گا- آپ سے نیک سلوک میں اپنی اولاد سے بڑھ کر کروں گا اور یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور تک کسی نے ان کے خرچے میں کوئی کمی بیشی نہیں کی- تو بے ادبی کوئی نہیں ہوئی بس ناراضگی تھی- وہ ناراض ہو

گئیں کہ میری بات کیوں نہ مانی؟ متولی مجھے ہونا تھا- جبکہ غضب! یعنی ناراض ہو جانا علیحدہ بات ہے اور اعضاب یعنی جان بوجھ کر ناراض کرنا کہ دل میں نیت کرلے کہ میں نے اسے ناراض کرنا ہی کرنا ہے تو یہ بے قدری اور توہین کرنا جرم ہے اور یہ بہت بری بات ہے- اسی (ناراضگی) کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا تھا ورنہ غصہ تو فطری بات ہے- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی کئی دفعہ ناراض ہوئیں ہیں- صحیح احادیث میں موجود ہے شیعوں کی احادیث میں بھی موجود ہے اور ہماری میں بھی- تو ناراضگی بذات خود کوئی بات نہیں تاہم (قصداً) ناراض کرنا بری بات ہے- کوئی جان بوجھ کے مجھے گالیاں نکالے کہ مولوی صاحب ناراض ہو جائیں یہ برا کام ہے- لیکن اگر کسی معاملے پر(فہم کے اختلاف کی وجہ سے) میں اور کوئی دوسرا اپس میں ناراض ہوجائیں تو یہ الگ بات ہے- اُس عالم کی سمجھ اور ہے اور میری اور- ایسا ناراض ہونا کوئی بات نہیں بشر کی یہی فطرت ہے-

حرفِ آخر یہ ہے کہ میں نے آپ کے سامنے علمی انداز میں پوری بات بیان کر دی ہے- اللہ تعالی اس میں جو کچھ حق ہے اس پر مجھے بھی اجر دے اور آپ کے دلوں میں بھی گنجائش پیدا کرے- اگر کوئی خطا اور غلطی ہے تو اللہ تعالی مجھے بھی معاف کرے اور حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق دے- (آمین)

وآخر دعوا نا ان الحمد للہ رب العالمین . وصل اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا و نبینا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین.

المراجعات (حوالہ جات)

[1] کن زمینوں کا جھگڑا تھا؟

صحیح البخاری جلد 5 حدیث 3711

٣٧١١- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ((أَنْ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ ﷺ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ)). [راجع: ٣٠٩٢]

(۳۷۱۱) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا' کہا ہم کو شعیب نے خبردی' ان سے زہری نے بیان کیا' کہا ہم سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں اپنا آدمی بھیج کر نبی کریم ﷺ سے ملنے والی میراث کا مطالبہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فے کی صورت میں دی تھی۔ یعنی آپ کا مطالبہ مدینہ کی اس جائداد کے بارے میں تھا جس کی آمدن سے آنحضرت ﷺ مصارف خیر میں خرچ کرتے تھے اور اسی طرح فدک کی جائداد اور خیبر کے خمس کا بھی مطالبہ کیا۔

http://www.merajrabbani.net/images/Hadeethbooks/Sahi_bukhari/Volume%205.pdf

[2] حسبِ شیعہ کتب سے حوالے

- مراۃ العقول فی شرح اخبار آل رسول - جلد 6 صفحہ 67

-٢٦٨- كتاب الحجة ج ٦

أسباط قال : لما ورد أبو الحسن موسى عليه السلام على المهدي رآه يرد المظالم فقال : يا أمير المؤمنين ما بال مظلمتنا لا ترد ؟ فقال له : وما ذاك يا أبا الحسن ؟ قال : إن الله تبارك وتعالى لما فتح على نبيه صلى الله عليه وآله فدك وما والاها ، لم يوجف عليه بخيل ولا ركاب فأنزل الله على نبيه صلى الله عليه وآله « وآت ذا القربى حقه »(١) فلم يدر رسول الله صلى الله عليه وآله من هم ، فراجع في ذلك جبرئيل وراجع جبرئيل عليه السلام ربه فأوحى الله إليه أن ادفع فدك إلى فاطمة عليها السلام ، فدعاها رسول الله صلى الله عليه وآله فقال لها : يا فاطمة إن الله أمرني أن أدفع إليك فدك ، فقالت : قد قبلت يا رسول الله من الله ومنك .

فلم يزل وكلاؤها فيها حياة رسول الله صلى الله عليه وآله فلما ولي أبو بكر أخرج عنها وكلاءها ، فأتته فسألته أن يردها عليها ، فقال لها : ائتيني بأسود أو أحمر يشهد لك بذلك ، فجاءت بأمير المؤمنين عليه السلام وأم أيمن فشهدا لها فكتب لها بترك التعرض ، فخرجت والكتاب معها فلقيها عمر فقال : ما هذا معك يا بنت محمد ؟ قالت : كتاب كتبه

العباسية ، والمظلمة بتثليث اللام : المأخوذة ظلماً « وما ذاك » أي هذا الكلام « وما والاها » اي قاربها من توابعها أو شاركها في الحكم « لم يوجف عليها » إشارة إلى ما مر من آية الحشر وقد يستشكل بأن سورة الحشر مدنية « وآت ذا القربى » في سورة الأسرى وهي مكية فكيف نزلت بعد الاولى ، مع أنه معلوم أن هذه القضية كانت في المدينة ؟ والجواب : ان السور المكية قد تكون فيها آيات مدنية وبالعكس ، فان الاسمين مبنيان على الغالب ، ويؤيده أن الطبرسي (ره) قال في مجمع البيان : سورة بني اسرائيل هي مكية كلها ، وقيل : مكية إلا خمس آيات وعد منها « وآت ذا القربى حقه » رواه عن الحسن ، وزاد ابن عباس ثلثاً آخر .

قوله : ايتيني بأسود أو أحمر ، قال في النهاية : فيه بعثت إلى الأحمر والأسود ، اي العجم والعرب ، لان الغالب على ألوان العجم الحمرة والبياض ، وعلى ألوان العرب الادمة والسمرة قوله : هذا لم يوجف عليه ، كأن اللعين قال هذا استهزاءاً بالله ورسوله وبالقرآن ، أو المراد أن النبي صلى الله عليه وآله أيضاً لم يتعب في تحصيلها حتى تكون

(١) سورة الأسراء : ٢٨ .

مِرْآةُ العُقُول

فِي شَرْحِ أَخْبَارِ آلِ الرَّسُول

تأليف

العلامة شيخ الإسلام المولى محمد باقر المجلسي

شرح كتاب الكافي لثقة الإسلام الكليني المتوفى سنة

الجزء السادس

ج ٦ باب الفيء والانفال والخمس -٢٦٧-

وليس في مال الخمس زكاة ، لان فقراء الناس جعل أرزاقهم في أموال الناس على ثمانية أسهم ، فلم يبق منهم أحد وجعل للفقراء قرابة الرسول صلى الله عليه وآله نصف الخمس فأغناهم به عن صدقات الناس وصدقات النبي صلى الله عليه وآله وولي الامر ، فلم يبق فقير من فقراء الناس ولم يبق فقير من فقراء قرابة رسول الله صلى الله عليه وآله إلا وقد استغنى فلا فقير ولذلك لم يكن على مال النبي صلى الله عليه وآله والوالي زكاة لانه لم يبق فقير محتاج ولكن عليهم أشياء تنوبهم من وجوه ولهم من تلك الوجوه كما عليهم .

٥ ـ علي بن محمد بن عبدالله ، عن بعض أصحابنا أظنه السياري ، عن علي بن

إلى الاسلام و هذا أنسب بما بعده ، لان غالب الانفال الاراضي التي أعطوها صلحاً طلباً للامان ، وقد حكم رسول الله صلى الله عليه وآله بامضاء ذمة المسلمين و أمانهم بعضهم على بعض ، و على الأول تأييد لاتحاد أحكامهم في الاولين والآخرين ، لكونهم اخوة ، أي متساوون في الاحكام ، قال في النهاية : قد تكرر في الحديث ذكر الذمة والذمام ، وهما بمعنى العهد و الامان و الضمان و الحرمة و الحق ، و سموا أهل الذمة لدخولهم في عهد المسلمين و أمانهم ، و منه الحديث : المسلمون تتكافأ دماؤهم يسعى بذمتهم أدناهم ، أي تتساوى في القصاص و الديات ، وإذا أعطى أحد الجيش العدو أماناً جاز ذلك على جميع المسلمين وليس لهم أن يخفروا ، ولا أن ينقضوا عليه عهده .

قوله عليه السلام : و ليس في مال الخمس زكوة ، أقول : ليس في بالي من تعرض لهذا الحكم ولم يعد من خصائص النبي صلى الله عليه وآله ، و ربما ينافي ما ورد في الزيارات الكثيرة : أشهد أنك قد أقمت الصلوة و آتيت الزكوة ، و يمكن حمله على أنه لا يبقى عنده سنة بل يقسم قبل ذلك أو أطلق الزكوة على الخمس مجازاً .

قوله عليه السلام : و لهم من تلك الوجوه ، لعله اشارة إلى هدايا الوفود و غيرهم و صوافي الملوك و أمثالها .

الحديث الخامس : مجهول .

والمهدي هو محمد بن عبدالله بن محمد بن علي بن عبدالله بن العباس ثالث الخلفاء



٥ ـ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا أَظُنُّهُ السَّيَّارِيَّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَسْبَاطٍ قَالَ: لَمَّا وَرَدَ أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى عليه السلام عَلَى الْمَهْدِيِّ رَآهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ؟ فَقَالَ لَهُ: وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمَّا فَتَحَ عَلَى نَبِيِّهِ صلى الله عليه وآله فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا، لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ صلى الله عليه وآله «وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ»، فَلَمْ يَدْرِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله مَنْ هُمْ؟ فَرَاجَعَ فِي ذَلِكَ جَبْرَئِيلَ وَرَاجَعَ جَبْرَئِيلُ عليه السلام رَبَّهُ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَنِ: ادْفَعْ فَدَكَ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ. فَدَعَاهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله فَقَالَ لَهَا: يَا فَاطِمَةُ! إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَدْفَعَ إِلَيْكِ فَدَكَ، فَقَالَتْ: قَدْ قَبِلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِنَ اللهِ وَمِنْكَ، فَلَمْ

يَزَلْ وُكَلَاؤُهَا فِيهَا حَيَاةَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله فَلَمَّا وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَ عَنْهَا وُكَلَاءَهَا، فَأَتَتْهُ فَسَأَلَتْهُ أَنْ يَرُدَّهَا عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهَا: ائْتِينِي بِأَسْوَدَ أَوْ أَحْمَرَ يَشْهَدُ لَكِ بِذَلِكِ، فَجَاءَتْ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام وَأُمِّ أَيْمَنَ فَشَهِدَا لَهَا، فَكَتَبَ لَهَا بِتَرْكِ التَّعَرُّضِ، فَخَرَجَتْ وَالْكِتَابُ مَعَهَا فَلَقِيَهَا عُمَرُ فَقَالَ: مَا هَذَا مَعَكِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ؟ قَالَتْ: كِتَابٌ كَتَبَهُ لِيَ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ، قَالَ: أَرِينِيهِ فَأَبَتْ، فَانْتَزَعَهُ مِنْ يَدِهَا وَنَظَرَ فِيهِ، ثُمَّ تَفَلَ فِيهِ وَمَحَاهُ وَخَرَقَهُ، فَقَالَ لَهَا: هَذَا لَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ أَبُوكِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَضَعِي الْحِبَالَ[٢] فِي رِقَابِنَا، فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ: يَا أَبَا الْحَسَنِ حُدَّهَا لِي، فَقَالَ: حَدٌّ مِنْهَا جَبَلُ أُحُدٍ، وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِيشُ مِصْرَ، وَحَدٌّ مِنْهَا سِيفُ الْبَحْرِ، وَحَدٌّ مِنْهَا دُومَةُ الْجَنْدَلِ، فَقَالَ لَهُ: كُلُّ هَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَذَا كُلُّهُ، إِنَّ هَذَا كُلَّهُ مِمَّا لَمْ يُوجِفْ عَلَى أَهْلِهِ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَقَالَ: كَثِيرٌ، وَأَنْظُرُ فِيهِ.

[3] عورت کی گواہی

- المحلی لابن حزم - صفحہ 472, جلد 8 - کتاب الشھادات

المحلى بالآثار

تصنيف
الإمام الجليل المحدث الفقيه الأصولي
أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الاندلسي

تحقيق
الدكتور عبد الغفار سليمان البنداري

الجزء الثامن

الشفعة، السلم، الهباق، الاباحة،
المنحة، العمرى والرقبى، العارية، الضيافة
الاحباس، العتق، الكتابة، المواريث
الوصايا، الإمامة، الأقضية، الشهادات

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشهادات

١٧٨٩ ـ مسألة : ولا يجوز أن يقبل في شيء من الشهادات من الرجال والنساء إلا عدل رضيّ.

والعدل: هو من لم تعرف له كبيرة، ولا مجاهرة بصغيرة.

والكبيرة: هي ما سماها رسول الله ﷺ كبيرة ، أو ما جاء فيه الوعيد.

والصغيرة: ما لم يأت فيه وعيد.

برهان ذلك ـ: قول الله تعالى: **﴿يا أيُّها الذين آمنوا إن جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا أن تصيبوا قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين﴾** [٤٩ : ٦].

وليس إلا فاسق أو غير فاسق، فالفاسق: هو الذي يكون منه الفسق، والكبائر كلها فسوق ـ فسقط قبول خبر الفاسق، فلم يبق إلا العدل: وهو من ليس بفاسق.

وأما الصغائر: فإن الله عز وجل قال: **﴿إن تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم﴾** [٤ : ٣١].

فصح: أن ما دون الكبائر مكفرة باجتناب الكبائر، وما كفره الله تعالى وأسقطه فلا يحل لأحد أن يذم به صاحبه ولا أن يصفه به.

وكذلك من تاب من الكفر فما دونه فإنه إذا سقط عنه بالتوبة ما تاب عنه لم يجز لأحد أن يذمه بما سقط عنه، ولا أن يصفه به.

وقد اختلف الناس في هذا ـ:

https://archive.org/compress/FP74771/formats=IMAGE%20CONTAINER%20PDF&file=/FP74771.zip

[4] ھبہ کی حدیث اہل سنت کی کتب میں

- مجمع الزوائد - جلد7 - حدیث 11125

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد

تأليف
الحافظ نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي المصري
المتوفى سنة ٨٠٧هـ

تحقيق
محمد عبد القادر أحمد عطا

الجزء السابع

يحتوي على الكتب التالية:
التفسير - التعبير - القدر - الفتن

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

قوله تعالى: ﴿وَلَلآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ﴾ [الإسراء: ٢١]

١١١٢٤ – عن سلمان، عن النبي ﷺ قال: «ما من عبد يريد أن يرتفع فى الدنيا درجة فارتفع إلا وضعه الله عز وجل فى الآخرة أكثر منها، ثم قرأ: ﴿وَلَلآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلاً﴾»(١).

رواه الطبراني، وفيه أبو الصباح عبد الغفور، وهو متروك.

قوله تعالى: ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ﴾ [الإسراء: ٢٦]

١١١٢٥ – عن أبى سعيد، قال: لما نزلت: ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ﴾ دعا رسول الله ﷺ فاطمة فأعطاها فدك(٢).

رواه الطبراني، وفيه عطية العوفى، وهو ضعيف متروك.

قوله تعالى: ﴿وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾ [الإسراء: ٢٦]

١١١٢٦ – عن أبى العبيدين، قال: سألت عبد الله عن قوله تعالى: ﴿وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾؟ قال: هو النفقة فى غير حق(٣).

رواه الطبراني، ورجاله ثقات.

قوله تعالى: ﴿وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْآنِ وَحْدَهُ﴾ [الإسراء: ٤٦]

١١١٢٧ – عن ابن عباس ﴿وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْاْ عَلَى أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا﴾، قال: الشياطين(٤).

رواه الطبراني، وفيه روح بن المسيب، قال ابن معين: صويلح، وضعفه، وقال ابن حبان: لا تحل الرواية عنه، وبقية رجاله ثقات.

---

(١) أخرجه الطبراني فى الكبير برقم (٦١٠١).
(٢) أخرجه الطبراني فى الكبير برقم (١٠٧٥، ٩٠٤٠٩، ١٤٠٩).
(٣) أخرجه الطبراني فى الكبير برقم (٩٠٠٩).
(٤) أخرجه الطبراني فى الكبير برقم (١٢٨٠٢).

- الدر المنثور صفحہ 273, جلد 5

تفسير
الدر المنثور في التفسير بالمأثور

للإمام
عبد الرحمن بن الكمال جلال الدين السيوطي
٩١١هـ

ضبط النص والتصحيح وإسناد الآيات ووضع الحواشي والفهارس
بإشراف دار الفكر

حقوق الطبع محفوظة للناشر

الجزء الخامس

الجزء الخامس عشر ٢٧٣ سورة الإسراء

قريبة ، وكل رحم آتية يوم القيامة امام صاحبها تشهد له بصلته ان كان وصلها ، وعليه بقطيعته ان كان قطعها » .

وأخرج البيهقي في شعب الايمان ، عن ابن مسعود رضي الله عنه ان أعرابيا قال : يا رسول الله ، اني رجل موسر ، وان لي أما وأبا وأختا وأخاً وعما وعمة وخالاً وخالة ، فأيهم أولى بصلتي ؟ قال رسول الله : ﷺ « أمك وأباك وأختك وأخاك وأدناك أدناك » .

وأخرج أحمد والحاكم والبيهقي ، عن أبي رمثة التيمي تيم الرباب قال : أتيت النبي ﷺ وهو يخطب ويقول : « يد المعطي العليا أمك وأباك وأختك وأخاك ثم أدناك أدناك » .

وأخرج الطبراني والحاكم والشيرازي في الالقاب والبيهقي ، عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : « ان الله عز وجل ليَعْمر للقوم الديار ويُكثر لهم الاموال وما نظر اليهم منذ خلقهم بغضاً » قيل يا رسول الله ، وبم ذلك : قال : « بصلتهم أرحامهم » .

وأخرج البيهقي وابن عدي وابن لال في مكارم الاخلاق وابن عساكر ، عن ابن عباس رضي الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال : « ان أهل البيت اذا تواصلوا أجرى الله عليهم الرزق ، وكانوا في كنف الرحمن عز وجل » .

وأخرج البيهقي وابن جرير والخرائطي في مكارم الاخلاق من طريق أبي سلمة ابن عبد الرحمن ، عن أبيه : ان النبي ﷺ قال : « ان أعجل الطاعة ثواباً صلة الرحم ، حتى ان أهل البيت ليكونون فجاراً ، فتنمو أموالهم ويكثر عددهم اذا وصلوا الرحم ، وان أعجل المعصية عقاباً ، البغي ، واليمين الفاجرة ، تذهب المال ، وتعقم الرحم ، وتدع الديار بلاقع » .

وأخرج ابن أبي شيبة ، عن ثعلبة بن زهدم رضي الله عنه قال : قال رسول الله — ﷺ وهو يخطب — « يد المعطي العليا ، ويد السائل السفلى ، وابدأ بمن تعول ، أمك وأباك وأختك وأخاك وأدناك فادناك » .

وأخرج البزار وأبو يعلى وابن أبي حاتم وابن مردويه ، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : لما نزلت هذه الآية ﴿ وآت ذا القربى حقه ﴾ دعا رسول الله ﷺ فاطمة فاعطاها فدك .



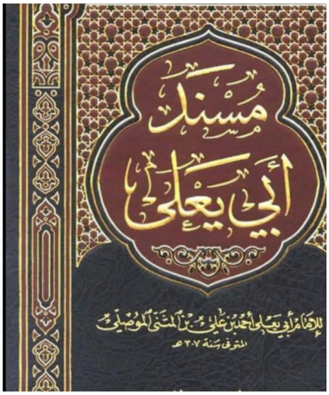
- مسند ابی یعلی - جلد 1 /1076 102 صفحہ 256

مسند أبي سعيد الخدري 256 (الحديث: 1075 ـ 1077)

جاء صاحبُهُ فَعَرَفَهُ، فقال لَهُ عَلِيٌّ: أَمَرَنِي رَسولُ اللهِ ﷺ بِأَكْلِهِ. فَانْطَلَقَ صاحِبُهُ إلى رَسولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ كُلَّهُ، فَقالَ لِعَلِيٍّ: «رُدَّهُ عَلى الرَّجُلِ». فَقالَ: قَدْ أَكَلْتُهُ. قالَ النبيُّ ﷺ: «إِنْ جاءَنا شَيْءٌ أَدَّيْناهُ إِلَيْكَ».

1075/ 101 ـ حدّثنا عبد الله بن معاوية الجمحي، حدّثنا حماد بن سلمة، عن الحجاج، عن عطية العوفي، عن أبي سعيد الخدري، أنّ رَسولَ اللهِ ﷺ قالَ: «إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلاّ قَدْ أَنْذَرَ الدَّجالَ قَوْمَهُ، وَإِنّي أُنْذِرُكُمُوهُ، إِنَّهُ أَعْوَرُ ذُو حَدَقَةٍ جاحِظَةٍ، وَلا يَخْفَى كَأَنَّها نُخاعَةٌ في جَنْبِ جِدارٍ، وَعَيْنُهُ اليُسْرَى كَأَنَّها كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ، وَمَعَهُ مِثْلُ الجَنَّةِ والنّارِ، فَجَنَّتُهُ غَبْراءُ ذاتُ دُخانٍ، ونارُهُ رَوْضَةٌ خَضْراءُ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَجُلانِ يُنْذِرانِ أَهْلَ القُرَى كُلَّما خَرَجا مِنْ قَرْيَةٍ دَخَلَ أَوائِلُهُمْ، فَيُسَلَّطُ عَلى رَجُلٍ لا يُسَلَّطُ عَلى غَيْرِهِ فَيَذْبَحُهُ، ثُمَّ يَضْرِبُهُ بِعَصاهُ ثُمَّ يَقولُ: قُمْ فَيَقولُ لأَصْحابِهِ: كَيْفَ تَرَوْنَ؟ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ فَيَشْهَدونَ لَهُ بِالشِّرْكِ. فَيَقولُ الرَّجُلُ المَذْبوحُ: يا أَيُّها النّاسُ، انَّ هٰذا المَسيحُ الدَّجّالُ الَّذي أَنْذَرَنا رَسولُ اللهِ ﷺ، فَيَعودُ أَيْضاً فَيَذْبَحُهُ، ثُمَّ يَضْرِبُهُ بِعَصاهُ فَيَقولُ لَهُ: قُمْ، فَيَقولُ لأَصْحابِهِ: كَيْفَ تَرَوْنَ، أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ فَيَشْهَدونَ لَهُ بِالشِّرْكِ، فَيَقولُ المَذْبوحُ: يا أَيُّها النّاسُ، إِنَّ هٰذا المَسيحُ الدَّجّالُ الَّذي أَنْذَرَنا رَسولُ اللهِ ﷺ ما زادَني هٰذا فيكَ إِلا بَصيرَةً. وَيَعودُ فَيَذْبَحُهُ الثّالِثَةَ، فَيَضْرِبُهُ بِعَصاهُ، فَيَقولُ: قُمْ، فَيَقولُ لأَصْحابِهِ: كَيْفَ تَرَوْنَ، أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ فَيَشْهَدونَ لَهُ بِالشِّرْكِ، فَيَقولُ: يا أَيُّها النّاسُ، إِنَّ هٰذا المَسيحُ الدَّجّالُ الَّذي أَنْذَرَنا رَسولُ اللهِ ﷺ ما زادَني هٰذا فيكَ إِلاَّ بَصيرَةً، ثُمَّ يَعودُ فَيَذْبَحُهُ الرّابِعَةَ فَيَضْرِبُ اللهُ عَلى حَلْقِهِ بِصَفْحَةِ نُحاسٍ فَلا يَسْتَطيعُ ذَبْحَهُ». قالَ أَبو سَعيدٍ: فَوَاللهِ ما رَأَيْتُ النُّحاسَ إِلاَّ يَوْمَئِذٍ. قالَ: «فَيَغْرِسُ النّاسُ بَعْدَ ذٰلِكَ وَيَزْرَعونَ». قالَ أَبو سَعيدٍ: كُنّا نَرَى ذٰلِكَ الرَّجُلَ عُمَرَ بْنَ الخَطّابِ لِما نَعْلَمُ مِنْ قُوَّتِهِ وَجَلَدِهِ.

102/1076 ـ قرأت على الحسين بن زيد الطحان هٰذا الحديث فقال: هو ما قرأت على سعيد بن خُثَيْم، عن فضيل، عن عطية، عن أبي سعيد قال: لَمّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَءَاتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُۥ﴾ [الإسراء: ٢٦] دَعا النَّبِيُّ ﷺ فاطِمَةَ وَأَعْطاها فَدَكَ.



[5] احادیث میں شیعہ راوی

- الاذاعۃ لما کان وما یکون بین یدي الساعۃ
- https://archive.org/details/WAQ71054

[6] عطیہ بن سعد العوفی اور فضیل بن مرزوق - اہل سنت علم الرجال میں

- عطیہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں رفع المنارہ لتخریج احادیث التوسل والزیارہ صفحہ نمبر 181
- سیر اعلام النبلاء - راوی نمبر 159 - صفحہ 325, جلد 5

جماعة عن أبي مُسْهِرٍ أيضاً، أنه مات سنة إحدى وعشرين ومئة.

١٥٩- عطية بن سَعْد *(د، ت، ق)

ابن جُنادة العَوْفي الكوفي أبو الحَسن من مشاهير التابعين، ضعيف الحديث.

روى عن ابن عباس، وأبي سعيد، وابن عمر.

* طبقات ابن سعد ٦/ ٣٠٤، طبقات خليفة ١٦٠، التاريخ الكبير ٧/ ٨، التاريخ الصغير ١/ ٢٣٦، الجرح والتعديل ٦/ ٣٨٢، تهذيب الكمال ٩٤٢، تذهيب التهذيب ٣/ ٤٧/ ١، تاريخ الإسلام ٤/ ٢٨٠، ميزان الاعتدال ٣/ ٧٩، تهذيب التهذيب ٧/ ٢٢٤، خلاصة تذهيب الكمال ٢٦٧، شذرات الذهب ١/ ١٤٤.

٣٢٥

سِيَرُ أَعْلامِ النُّبَلاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء الخامس

http://www.archive.org/download/saanz/05.pdf



- حضرت ابوبکر اور حضرت عمر علیہما السلام کی فضیلت



١١٤٦٧ - حدثنا محمدُ بنُ عبيد، حدثنا إسماعيل، يعني ابن أبي خالد، عن عطية العَوْفي

عن أبي سعيد الخُدْري قال: قال رسولُ الله ﷺ: «إنَّ أَهْلَ عِلِّيِّينَ لَيَرَاهُمْ مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُمْ كما يُرَى الكَوْكَبُ في أُفُقِ السَّماءِ، وإنَّ أبا بَكْرٍ وعُمَرَ لَمِنْهُمْ وأَنْعَمَا»[1].

= وأبو المتوكل النَّاجي: هو علي بن داود، ويقال: ابن دؤاد.

وأخرجه النسائي في «المجتبى» ٧/٢٧٧ من طريق خالد بن الحارث، عن سليمان بن علي، بهٰذا الإسناد.

وأخرجه مختصراً ابن الجارود في «المنتقى» (٦٤٨)، وأبو يعلى (١٢١٧) من طريق عبدالله الزعفراني، والطيالسي (٢٢٢٥) من طريق المثنى بن سعيد، كلاهما، عن أبي المتوكل، به.

وأخرجه الطبراني في «الكبير» (٥٤٤٧) من طريق أبي صالح، عن أبي سعيد، به. دون قوله: «الآخذ والمعطي فيه سواء».

وأخرجه أبو يعلى (١٣٢٥) من طريق عبدالرحمٰن بن أبي نعم، عن أبي سعيد، به، بلفظ: «الذهب بالذهب مثلاً بمثل، فما زاد فهو رباً، والفضة بالفضة مثلاً بمثل، فما زاد فهو ربا».

وسيأتي بالأرقام (١١٥٥٦) و(١١٦٣٥) و(١١٩٢٨)، وانظر (١١٠٠٦).

(١) صحيح لغيره، وهٰذا إسناد ضعيف لضعف عطية العوفي، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير محمد بن عبيد - وهو ابن حساب - فمن رجال مسلم، وهو ثقة.

وأخرجه عبدُ بن حميد في «المنتخب» (٨٨٧) عن محمد بن عبيد، بهٰذا الإسناد، وفيه متابعة سالم المرادي لإسماعيل بن أبي خالد.

وفي آخره: قال سالم: يعني بقوله: وأنعما: أرفعا. =

٤٧

عطیہ ابن سعد العوفی پر مندرجہ زیل علماء نے جرح کی ہے

- ا۔ امام جرجانی فرماتے ہیں مع ضعفہ یکتب حدیثہ وکان یعد من شیعۃ الکوفہ
- ۲۔ امام بیہقی فرماتے ہیں ضعیف (معرفۃ السنن ج ۱۲ ص ۲۵۹) لا یحتج بہ (سنن الکبریٰ ج ۶ ص ۳۰)
- ۳۔ امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں ضعیف (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۱)
- ۴۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں لا یحل الاحتجاج بہ (المجروحین ج ۲ ص ۱۷۶)
- ۵۔ امام ابو داود السجستانی فرماتے ہیں لیس بالذی یعتمد علیہ (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۱)
- ۶ ۔ امام ابو زرعۃ الرازی فرماتے ہیں لین (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۰۱)
- ۷۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ضعیف الحدیث (المجروحین ج ۲ ص ۱۷۶، تہذیب الکمال للمزی ج ۲۰ ص ۱۴۷)
- ۸۔ امام نسائی فرماتے ہیں ضعیف (الضعفاء والمتروکین للنسائی ج ۱ ص ۵۲۲)
- ۹۔ امام جوزجانی فرتے ہیں ضعیف
- ۱۰۔ ابن حجر فرماتے ہیں یخطیء کثیرا وکان شیعیا مدلسا (التقریب رقم ۴۶۱۶) نیز فرماتے ہیں ضعیف الحفظ مشہور بالتدلیس القبیح (طبقات المدلسین ج ۱ ص ۵۰)
- ۱۱۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں ضعیف
- ۱۲۔ امام ذہبی فرماتے ہیں ضعیف (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۳۴۱)
- ۱۳۔ امام سفیان الثوری فرماتے ہیں یضعف حدیثہ (الکامل ج ۵ ص ۳۶۹)
- ۱۴۔ ابن سعد فرماتے ہیں ومن الناس من لا یحتج بہ
- ۱۵۔ امام یحیی بن سعید القطان فرماتے ہیں ضعیف
- ۱۶۔ امام یحیی بن معین فرماتے ہیں ضعیف الا انہ یکتب حدیثہ (الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۳۶۹)
- ۱۷۔ علامہ عقیلی نے عطیہ العوفی کا تذکرہ اپنی کتاب (الضعفاء ج ۳ ص ۳۵۹) میں کیا
- ۱۸۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ضعیف (تفسیر القرآن العظیم ج ۲ ص ۳۱۲)
- ۱۹۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں عطیۃ ضعیف (الدر المنثور ج ۴ ص ۳۰۲)

- ۲۰۔ شارح صحیح مسلم امام نووی فرماتے ہیں عطیۃ ضعیف (المجموع ج ۳ ص ۴۴۶)
- ۲۱۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں عطیۃ ضعیف (الاجوبۃ المرضیۃ ج ۱ ص ۱۸۷)
- ۲۲۔ علامہ صنعانی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں ضعفہ لانہ من روایۃ عطیۃ (سبل الاسلام ج ۳ ص ۲۰۶)
- ۲۳۔ علامہ بوصیری ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں ہذا اسناد ضعیف عطیۃ العوفی ضعفہ احمد وغیرہ (الزوائد ج ۱ ص ۵۰۴)
- ۲۴۔ علامہ ابن ملقن ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں وفیہ عطیۃ العوفی وھو واہ باجماعھم (الخلاصۃ ج ۱ ص ۳۰۱)
- ۲۵۔ علامہ عبدالحق الاذدی فرماتے ہیں لا یحتج بہ (الاحکام الوسطی ج ۶ ص ۲۶۵)
- ۲۶۔ علامہ البانی فرماتے ہیں مدلس ضعیف (السلسلۃ الضعیفہ ج ۱ ص ۱۴۳)

3956. عطیہ بن سعد بن جنادہ العوفی روی عن:زید بن ارقم، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، عبدالرحمان بن جندب، عدی بن ثابت الانصاری، عکرمہ مولی ابن عباس، ابو سعید الخدری، ابو ہریرہ۔ روی عنہ:ابان بن تغلب، ادریس بن یزید الاودی، اسماعیل بن ابی خالد، اغر الرقاشی، حجاج بن ارطاۃ، حسن بن عطیہ العوفی، خالد بن طہمان الخفافر، داود بن ابی عوف، زکریا بن ابی زائدہ، زیاد بن خیثمہ الجعفری، زیاد بن المنذر الاعمی، سالم بن ابی حفصہ، سعد ابو مجاہد الطائی، سلیمان الاعمش، صالح بن مسلم، صبی بن الاشعث بن سالم، عبداللہ بن جابر البصری، عبداللہ بن صہبان الاسدی، عبداللہ بن عیسیٰ بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، عبیداللہ بن الولید الوصافی، عبید بن الطفیل ، عثمان بن الاسود، عصام بن قدامہ (کہاجاتا ہے کہ ان کے درمیان عبداللہ بن الولید الوصافی ہے)، عمار الدہنی، عمرو بن عطیہ العوفی، عمرو بن قیس الملائی، عمران البارقی، فراس بن یحییٰ الہمدانی، فضیل بن مرزوق الاغر الرقاشی، قرۃ بن خالد السدوسی، کثیر ابو اسماعیل النواء، مالک بن مغول، محمد بن جحادہ، محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، محمد بن عبیداللہ العرزمی، مسعر بن کدام، مسلم بن عقیل البرجمی، مطرف بن طریف، مہدی بن الاسود الکندی، موسیٰ بن عمیر القرشی ۔ جرح وتعدیل سفیان ثوری نے کہا کہ عطیہ کی حدیث ضعیف ہے۔ بخاری نے کہا کہ مجھے علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید کا قول بتایا کہ عطیہ، ابو ہارون، بشر بن حرب میرے نزدیک ایک جیسے ہیں، ہشیم نے ان پر کلام کیا ہے۔ مکحول نے بیان کیا کہ ہم سے جعفر بن ابان نے بیان کیا کہ انہوں نے ابن نمیر کو یہ کہتے سنا: مجھ سے ابو خالد الاحمر نے بیان کیا کہ مجھ سے کلبی نے کہا : مجھے عطیہ نے کہا کہ تم میری کنیت ابو سعید کہا کرو، تو پھر جب بھی میں کہتا ہوں تو ابو سعید کہتا ہوں۔ مسلم نے کہا کہ جب احمد نے عطیہ کا ذکر سنا تو کہا کہ یہ ضعیف الحدیث ہے، پھر کہا کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ عطیہ، کلبی کے پاس جاتا تھا اور اس سے تفسیر کے بارے میں سوال کرتا تھا تو اس کی کنیت ابو سعید بیان کرتا تھا، ہشیم نے عطیہ کی حدیث کی تضعیف کی ہے۔ احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو احمد الزبیر نے کہا بیان کیا کہ عطیہ کلبی کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے تفسیر حاصل کیا کرتا تھا اس کی کنیت ابو سعید ہے ، تو وہ یہ کہتا تھا کہ ابو سعید نے یہ بات بیان کی ہے۔ ☆یحییٰ بن معین: اس میں کوئی حرج نہیں۔ قابل احتجاج ہے۔ صالح۔ ابو زرعہ رازی نے کہا کہ یہ کمزور ہے۔ ابو حاتم رازی نے کہا کہ اس کی حدیث کو لکھا جائے گا ، یہ ضعیف ہے۔ ابو داود نے کہا کہ یہ معتمد نہیں ہے۔ ابن حبان نے اس کو اپنے مجروحین میں ذکر کیا ہے ۔ ابن

حبان نے کہا کہ اس نے ابو سعید الخذری سے احادیث سنی ہیں۔ پھر جب ابو سعید خدری کی وفات ہوئی تو کلبی اس کے پاس آتا تھا اور قصے سنتا تھا اور پھر جب یہ کہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما یا تو کلبی یہ یاد کرلیتا تھا اور اس کی کنیت ابو سعید کہہ کر بیان کردیتا تھا، جب اس سے پوچھا جاتا کہ یہ تم سے کس نے بیان کیا تو یہ کہتا تھا کہ ابو سعید نے ، اور اس سے اس کا یہ ارادہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو باور کرائے کہ یہ اس نے ابو سعید خدری سے سنا ہے۔ عقیلی نے کہا کہ اس میں تشیع ہے۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔ ذہبی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔ ابن حجر نے کہا کہ تیسرے طبقہ کا صدوق کثیر خطاء کرنے والا راوی ہے ، جو شیعہ مدلس تھا۔

طبقات ابن سعد6 / 304،تاریخ الدوری2 / 406،ابن طھمان ص84ح256،علل احمد ح1306 4502 ، 6067،تاریخ الکبیر 4 /83ح 5،2041 / 122ح 7،360 /8ح 35،سؤالات الاجری لابی داود 1/237ح308 و ص264ح376 ،المعرفہ والتاریخ 1 / 537 و2 / 659،الضعفاء والمتروکون للنسائی ص 225ح481،ضعفاء العقیلی 3/359ح1392،الجرح والتعدیل 6 /383ح 2125،المجروحین لابن حبان: 2 /167ح804،ثقات ابن شاھین ص172ح 1023،الکامل لابن عدی 7/84ح562،علل الدارقطنی 5/453ح2289، سنن دارقطنی 4/39،سیر اعلام النبلاء5 / 325،الکاشف 2 /27ح3820،المغنی 2 /61ح 4139،میزان الاعتدال 5/100ح5373(اردو5/122ح5673)،دیوان الضعفاء ص276ح 2843،تذھیب التذھیب6/371ح4649،تہذیب التہذیب 4/510ح5421،التقریب 3/520ح4649(اردو 1/621ح4616)، طبقات المدلسین ص ح122، اسماء المدلسین، تدلیس الدمیینی، معجم ابن طلعت، فتح المبین ص 141، معجم من رمی بالتدلیس ص 455ح172۔

المغني

في الضعفاء

للإمام الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

ولد سنة ٦٧٣ وتوفي سنة ٧٤٨

رحمه الله تعالى

٤٩٦٠ ـ م عه/ فضيل بن مرزوق الكوفي ، عن أبي حازم الأشجعي والكبار ، وثقة غير واحد . وضعفه النسائي وابن معين أيضاً . قال الحاكم : عِيبَ على مسلم إخراجه في صحيحه .

٤٩٦١ ـ فضيل بن مرزوق الرقاشي ، عن عطية ضعفه ابن معين وغيره . هو الأول .

٤٩٦٢ ـ فضيل بن والان ، شيخ لحماد بن سلمة ، مجهول .

٤٩٦٣ ـ فضيل بن يحيى ، عن عكرمة ، في حديثه نظر .

٤٩٦٤ ـ الفضيل أبو محمد ، عن الحسن ، لا يعرف .

٤٩٦٥ ـ فِطْر بن حمّاد بن واقد البصري ، وُثِّق . وقال أبو حاتم : « ليس بالقوي ، سمع مالكاً » . وقال أبو داود : « تغير تغيراً شديداً » .

٤٩٦٦ ـ (خ مقرونا) عه/ فِطْر بن خليفة المخزومي الخياط ،

٤٩٦٠ ـ « الأغر الرقاشي ، صدوق يهم ، ورمي بالتشيع من السابعة ، مات في حدود سنة ستين » . قلت : لا يعاب على مسلم ، فان طريقته في الرواية عن مثله معروفة ، وقد وثق فضيلاً هذا جماعة من الأئمة .

٤٩٦٥ ـ صدوق ، تغير بآخرة تغيراً شديداً .

٤٩٦٦ ـ « صدوق ، رمي بالتشيع ، من الخامسة ، مات سنة خمسين ومائة » ليس له في البخاري سوى حديث واحد . [illegible]

[7] ھبہ - شیعہ کتب سے حدیث

- مجمع البيان في تفسير القرآن جلد 6 صفحہ 184

سورة الإسراء ١٨٤

● **اللغة:** التبذير: التفريق بالإسراف، وأصله أن يفرق كما يفرق البذر، إلا أنه يختص بما يكون على سبيل الإفساد، وما كان على وجه الإصلاح لا يسمى تبذيراً وإن كثر، قال النابغة:

تـرائـبُ يـسـتـضـيء الـحـلْيُ فـيـهـا كـجـمـرِ الـنـار بـذر بـالـظـلام(١)

والإعراض: صرف الوجه عن الشيء، وقد يكون عن قلي، وقد يكون للاشتغال بما هو الأولى، وقد يكون للإذلال، كما قال: ﴿وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْجَٰهِلِينَ﴾ وأصل الحسرة: الكشف من قولهم: حسر عن ذراعه يحسر حسراً، إذا كشف عنه، والحسرة الغم لانحسار ما فات، ودابة حسير إذا كلّتْ لشدة السير لانحسار قوتها بالكلال، ومنه قوله: ﴿يَنقَلِبْ إِلَيْكَ ٱلْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾ والمحسور: المنقطع به لذهاب ما في يده وانحساره عنه، قال الهذلي:

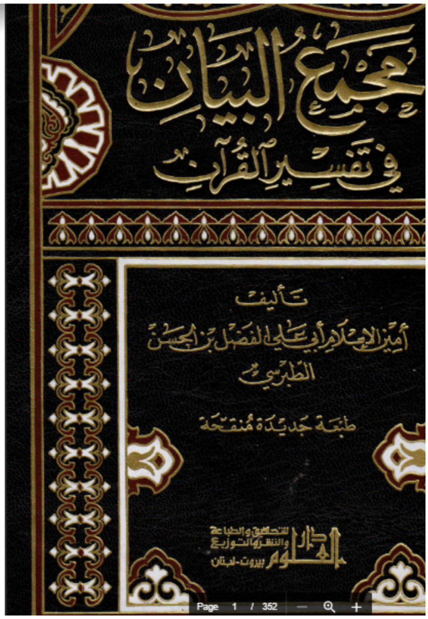
إنَّ الـعـشـيـر بـهـا داء يـخـامِـرهـا فـشـطْـرَهـا نـظرُ الـعـنـيـنـي مـحـسـور(٢)

ويقال: حَسَرتُ الرجل بالمسألة: إذا أفنيت جميع ما عنده.

● **الإعراب:** ﴿وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ﴾ تقديره: وإن تعرض و ﴿ٱبْتِغَآءَ﴾ مفعول له. وقيل: هو مصدر وضع موضع الحال، أي مبتغياً رحمة من ربك ترجوها، أي راجياً إياها، و ﴿تَرْجُوهَا﴾ جملة في موضع الجر بكونها صفة ﴿لِرَحْمَةٍ﴾ ويجوز أن يكون في موضع النصب على الحال من الضمير في ﴿تُعْرِضَنَّ﴾.

● **المعنى:** ثم حثّ سبحانه نبيه ﷺ على إيتاء الحقوق لمن يستحقها على كيفية الإنفاق، فقال: ﴿وَءَاتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُۥ﴾ معناه: وأعط القرابات حقوقهم التي أوجبها الله لهم في أموالكم - عن ابن عباس والحسن. وقيل: إن المراد قرابة الرسول. عن السدي قال: إن علي بن الحسين عليه السلام قال لرجل من أهل الشام حين بعث به عليه السلام عبيد الله بن زياد إلى يزيد بن معاوية: أقرأت القرآن؟ قال: نعم، قال: أما قرأت: وآت ذي القربى حقه؟ قال: وإنكم ذو القربى الذي أمر الله أن يؤتى حقه؟ قال: نعم، وهو الذي رواه أصحابنا عن الصادق عليه السلام.

وأخبرنا السيد أبو الحمد مهدي بن نزار الحسيني قراءة، قال: حدثنا أبو القاسم عبيد الله بن عبد الله الحسكاني قال: حدثنا الحاكم الوالد أبو محمد قال: حدثنا [عبد الله](٣) عمر بن أحمد بن عثمان ببغداد شفاها قال: أخبرني عمر بن الحسن بن علي بن مالك قال: حدثنا جعفر بن محمد الأحمسي قال: حدثنا حسن بن حسين قال: حدثنا أبو معمر سعيد بن خثيم وعلي بن القاسم الكندي ويحيى بن يعلى وعلي بن مسهر عن فضل بن مرزوق عن عطية العوفي عن أبي سعيد الخدري قال: لما نزل قوله: ﴿وَءَاتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُۥ﴾ أعطى رسول الله ﷺ فاطمة فدكاً، قال عبد الرحمن بن صالح: كتب المأمون إلى عبد الله بن موسى يسأله عن قصة فدك، فكتب إليه



https://docs.google.com/viewer?url=http://aljawadain.org/pdf/book-library/PDF/465.pdf

[8] عطیہ بن سعد العوفی - شیعہ علم الرجال میں

- تنقیح المقال في علم الرجال - جلد 1 - صفحہ 120/122



الفضيل بن غياث	مجهول
الفضيل بن فضالة التغلبي الكوفي	امامي مجهول
الفضيل بن محمد بن راشد مولى	مجهول
الفضيل البقباق	ثقة
الفضيل بن مرزوق العنزي الكوفي	امامي مجهول
الفضيل مولى ابي عبد الله	مهمل
الفضيل بن ميسرة	امامي مجهول

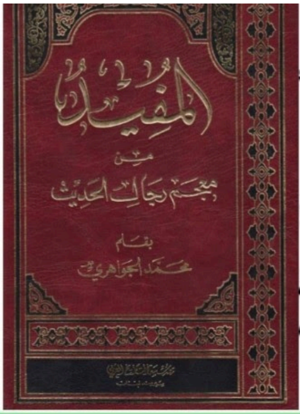
تنقيح المقال في علم الرجال للعلامة الجليل المامقاني قدس سره

٧٩٣٨	عطية بن رستم	مجهول
٧٩٣٩	عطية بن ضرار	مجهول
٧٩٤٠	عطية بن عبيدة والد على بن عطية الفزاري	امامي مجهول
٧٩٤١	عطية العوفي	كسابقه
٧٩٤٢	عطية بن نجيح ابو المطهر الرازي	كسابقيه
٧٩٤٣	عطية بن يعلى الكوفي	كسوابقه

تذييل

٧٩٤٤	عطية بن بسر المازني	صحابي مجهول

• المفيد من معجم رجال الحديث



من معجم رجال الحديث «ع» عطيّة بن ذكوان ـ عقبة بن شبة «شعبة»

ن ج١١ب ج١٢ط

ابن السايب، و جعلها كتاباً واحداً. ذكره النجاشي و الشيخ.

٧٧..	٧٧٠٠	٧٧١٣	عطيّة بن ذكوان: مجهول ـ من أصحاب الباقر (ع).
٧٧..	٧٧٠١	٧٧١٤	عطيّة بن رستم: من أصحاب الرضا و الكاظم (ع) ـ مجهول ـ روى عن الرضا
٧٧..	٧٧٠٢	٧٧١٥	عطيّة بن ضرار: من أصحاب الباقر (ع) ـ مجهول ـ.
٧٧..	٧٧٠٣	٧٧١٦	عطيّة بن عبيد: والد علي بن عطية الفزاري «القاري» الكوفي ـ من أصحاب ال
٧٧..	٧٧٠٤	٧٧١٧	عطيّة بن نجيح: أبوالمظفر «أبوالمطهر» الرازي ـ من أصحاب الصادق (ع) ـ مجه
٧٧..	٧٧٠٥	٧٧١٨	عطيّة بن يعلى: الكوفي ـ من أصحاب الصادق (ع) ـ مجهول ـ.
٧٧..	٧٧٠٦	٧٧١٩	عطيّة الحذّاء: من أصحاب الصادق (ع) ـ مجهول ـ.
٧٧..	٧٧٠٧	٧٧٢٠	عطيّة العوفي: ذكره البرقي من أصحاب الباقر (ع) و نسبه الميرزا و القهبائي الى رجال الشيخ، ولكن في المطبوع من رجال الشيخ عطية الكوفي و لايبعد كونه محرف العوفي ـ مجهول ـ لايبعد اتحاده مع لاحقه.
٧٧..	٧٧٠٨	٧٧٢١	عطيّة العوفي: يعرف بالبكالي بطن من همدان باللام من أصحاب علي (ع) ـ مجهول ـ لايبعد اتحاده مع سابقه.
٧٧..	٧٧٠٩	٧٧٢٢	عطيّة الكوفي: تقدم في عطية العوفي ٧٧٠٩ و ذكره البرقي من أصحاب الصادق (ع) على احتمال.
٧٧..	٧٧١٠	٧٧٢٣	عفيف بن أبي عفيف: من أصحاب علي (ع) ـ مجهول ـ.

٩٤٣٠	٩٤٢٩	٩٤٤٩	الفضيل بن فضالة: الثقفي كوفي ـ من أصحاب الصادق (ع) ـ مجهول ـ روى عن أبي‌عبدالله (ع) في كامل ال
٩٤٣١	٩٤٣٠	٩٤٥٠	الفضيل بن كثير: تقدم في الفضل بن كثير «٩٣٨١» ان بعض رواياته و هي ما في الاستبصار الفضيل بن كثير
٩٤٣٢	٩٤٣١	٩٤٥١	الفضيل بن محمّد: بن راشد مولى، من أصحاب الصادق (ع) ذكره البرقي ـ و الموجود في الروايات، و رجا مولى محمّد بن راشد مولى «٩٤٤٤».
٩٤٣٣	٩٤٣٢	٩٤٥٢	الفضيل «الفضل» بن مرزوق: العنزي الكوفي ـ من أصحاب الصادق (ع) ـ مجهول ـ.
٩٤٣٤	٩٤٣٣	٩٤٥٣	الفضيل بن معدان: من أصحاب الصادق (ع) ـ مجهول ـ.
٩٤٣٥	٩٤٣٤	٩٤٥٤	الفضيل بن ميسر: مجهول ـ روى رواية عن أبي‌عبدالله (ع) في الكافي، و في نسخة من المرآة و نسخة من الط ابن ميسر و في الوسائل فضل بن ميسر.

[9] سبط ابن الجوزی - کان رافضیا

- میزان الاعتدال - صفحہ 471 - جلد 4

قال أبو الفتح الأزدى : كذاب . وقال أبو على الحافظ : منكر الحديث . وقال أبو حاتم : ليس بالقوى . وقال ابن عدى : حدثنا عمر بن سنان ، حدثنا محمد بن قدامة ابن أعين ، حدثنا يوسف بن الفرق ، عن سكين بن أبى سراج ، عن المغيرة بن سويد ، عن ابن عباس ـ مرفوعا : مِنْ سعادة المرء خفةُ عارضيه . تابعه محمود بن خراش ، عن يوسف قال : لحيته بدل(1) عارضيه .

موسى بن مروان ، حدثنا يوسف بن الفرق ، عن إبراهيم بن عثمان ، عن الحكم ، عن مقسم ، عن ابن عباس ، قال : لما مات إبراهيم ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : إن له لمرضعتين فى الجنة . ولو عاش كان صدّيقا نبياً ، ولو عاش لأعتقت أخواله القبط ، وما استرق قبطى .

موسى بن مروان ، حدثنا ابن الفرق ، عن عثمان بن مقسم ، عن علقمة بن مرثد ، عن سليمان بن بريدة ، عن أبيه ـ مرفوعا : مَنْ أصيب بمصيبة فليذكر مصيبته بى .

قال ابن عدى : ما رويه يوسف محتمل ، لأنه روى عن ضعفاء مثل عثمان البُرّى ، وأبى شيبة إبراهيم ، وسكين . وليس بالمعروف .

٩٨٨٠ — يوسف بن قزغلى الواعظ المؤرخ شمس الدين ، أبو المظفر ، سبط ابن الجوزى . روى عن جده وطائفة ، وألف كتاب مرآة الزمان ، فتراه يأتى فيه بمناكير الحكايات ، وما أظنه بثقة فيما ينقله ؛ بل يجنف ويجازف ، ثم إنه ترفّض . وله مؤلف فى ذلك . نسأل الله العافية .

مات سنة أربع وخمسين وستمائة بدمشق . (2)[قال الشيخ محيي الدين السوسى : لما بلغ جدى موت سبط ابن الجوزى قال : لا رحمه الله ، كان رافضيا .

قلت : كان بارعا فى الوعظ ومدرسا للحنفية](2) .

(1) فى تاريخ بغداد (١٤ ـ ٢١٨) : إنما هو تصحيف . إنما هو من سعادة المرء خفة لحييه بذكر الله . (2) ليس فى س .

مِيزَانُ الاعتِدَال
فى نقد الرجال

تأليف

أبى عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى

المتوفى سنة ٧٤٨ هجرية

تحقيق

على محمد البجاوى

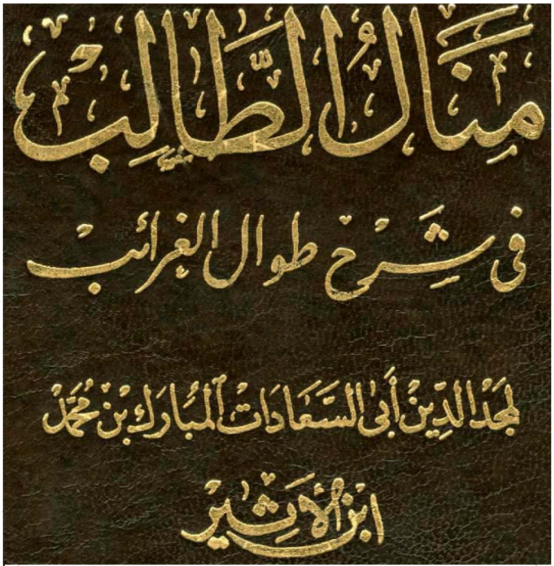
المجلد الرابع

https://ia800203.us.archive.org/5/items/waq15344/04_15347.pdf



[10] فدک پر حضرت فاطمہ علیہ السلام کا خطبہ

- منال الطالب في شرح طوال الغرائب - صفحہ 500-508



٥٠١

أحاديث
الصحابيّات . رضي الله عنهنَّ

حديث
فاطمة الزهراء . رضي الله عنها

قالت زينبُ بنت عليّ بن أبي طالب : لمّا بلغ فاطمةَ إجماعُ أبي بكرٍ علَي منعها حقَّها من فَدَك ، لاثَتْ خِمارَها ، وأقبلت في لُمَةٍ مِن حَفَدتِها ونساءِ قومِها ، تطأُ ذُيولَها ، لا تَخرِمُ مِشْيَةَ رسولِ الله ﷺ ، حتي دخلتْ علي أبي بكرٍ ، وهو في حَشْدٍ من المهاجرين والأنصار ،

هذا الحديث أكثرُ ما يُرْوَي من طريقِ أهل البيت ، وإن كان قد رُوِيَ من طُرُقٍ أُخري ، أطولَ من هذا وأكثر .

وأهلُ الحديثِ يقولُون : إنه موضوعٌ علي فاطمة .

وقال ابن قُتيبة : قد كنتُ كتبتُه وأنا أري أنَّ له أصلاً ، وسألتُ عنه رجالَ الحديث ، فقال لي بعضُ نَقَلَةِ الأخبارِ : أنا أَسَنٌّ مِن هذا الحديث ، وأعرِفُ مَن عَمِله (٢) .

---

(١) بحاشية الأصل : واختلّ قومُك لمَّا غِبْتَ وانقلبوا
وانظر هذا الشعر في مصادر تخريج الحديث .

(٢) غريب الحديث ١/٥٩٠ ، ولم يذكر ابن قتيبة من هذا الحديث إلاّ صدره ، ثم قال ما حكاه عنه ابن الأثير .

والحديث بتمامه ذكره ابن أبي الحديد ، في موضعين من شرح نهج البلاغة ، ١٦/٢١١ – ٢١٣ ، ٢٤٩ – ٢٥١ ، وانظر منه أيضا ٦/٤٣ ، وانظر الفائق ٣/٣٣١ ، ٤/١١٦ ، وبلاغات النساء ص ١٦ =

٥٠٨

قلت : هذا الحديثُ وإن كان موضُوعاً كما ذكروا ، فهو مِن أفْصَحِ الكلامِ وأحْسَنِه مأْخذاً ، واحتجاجاً ، ولعلَّ واضِعَه لا يَنْقُصُ درجةً عن الحَجَّاج بن يوسف الثَّقفيِّ ، وكُتُبُ غريبِ الحديثِ مشحونةٌ بشرحِ كلامِه وخُطبِه (١) ، فلا بأسَ أن يُجْرَي هذا الحديثُ مجراها ، في شرح غَريبِه ومَعانيه ، ولعلَّ أكثرَ ما يُرْوَي من أحاديث الغريبِ الطِّوال جاريةٌ هذا المجري ، في التصنُّع (٢) . والله أعلم .

https://ia803001.us.archive.org/18/items/FP53223/53223.pdf

[11] حضرت فاطمہ علیہ السلام کی ناراضگی

- صحیح البخاري 4240, 4241

٤٢٤٠، ٤٢٤١– حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ))، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللهِ لاَ أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ

(۴۲۴۰۔ ۴۲۴۱) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے عقیل نے' ان سے ابن شہاب نے' ان سے عروہ نے' ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور اپنی میراث کا مطالبہ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مال سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں خدا کی قسم جو صدقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا' جس حال میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں'

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُوبَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى

میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی میں تھا۔ غرض ابوبکر نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ اس پر فاطمہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا

[12] 4577 حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام کا جھگڑا - صحیح مسلم

٤٥٧٧- عَنْ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَوْسٍ حَدَّثَهُ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَجِئْتُهُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ قَالَ فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رُمَالِهِ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ فَقَالَ لِي يَا مَالُ إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ قَالَ قُلْتُ لَوْ أَمَرْتَ بِهَذَا غَيْرِي قَالَ خُذْهُ يَا مَالُ قَالَ فَجَاءَ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ فَقَالَ عُمَرُ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ فَقَالَ الْقَوْمُ أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدَّمُوهُمْ لِذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدَا أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ**)) قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ((**لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ**)) قَالَا نَعَمْ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يُخَصِّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ قَالَ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ مَا أَدْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا قَالَ فَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ فَوَاللَّهِ مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ

۴۵۷۷۔ زہری سے روایت ہے کہ مالک اوس کے بیٹے نے حدیث بیان کی ان سے مجھے حضرت عمرؓ نے بلا بھیجا میں ان کے پاس دن چڑھے آیا وہ اپنے گھر میں تخت پر بیٹھے تھے گدی پر اور کوئی فرش اس پر نہ تھا اور تکیہ لگائے ہوئے تھے ایک چڑے کے تکیہ پر۔ انہوں نے کہا اے مالک! تیری قوم کے کئی گھر والے دوڑ کر میرے پاس آئے میں نے ان کو کچھ تھوڑا دلا دیا ہے تو ان سب کو بانٹ دے۔ میں نے کہا کاش یہ کام آپ اور کسی سے لیویں۔ انہوں نے کہا تو لے لے اے مالک اتنے میں یرفاء (ان کا عرض بیگی اور خدمت گار) آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین! عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیرؓ اور سعدؓ حاضر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا ان کو آنے دے۔ وہ آئے پھر یرفاء غلام آیا اور کہنے لگا عباسؓ اور علیؓ آنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا ان کو بھی اجازت دے۔ عباسؓ نے کہا اے امیر المومنین! میرا اور اس جھوٹے، گنہگار، دغاباز، چور کا فیصلہ کر دیجئے اور ان کو اس جھگڑے سے راحت دیجئے۔ مالک بن اوس نے کہا میں جانتا ہوں کہ ان دونوں نے (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے) عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ اور زبیرؓ اور سعدؓ کو اس لیے آگے بھیجا تھا کہ وہ حضرت عمرؓ سے کہہ کر فیصلہ کرا دیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا ٹھہرو میں تم کو قسم دیتا ہوں اس خدا کی جس کے حکم سے زمین اور آسمان قائم ہیں کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہم پیغمبروں کے مال میں وارثوں کو کچھ نہیں ملتا اور جو ہم چھوڑ جاویں وہ صدقہ ہے؟ سب نے کہا ہاں ہم کو معلوم ہے۔ پھر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جس کے حکم سے زمین اور آسمان قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو ہم چھوڑ جاویں وہ صدقہ ہے؟ ان دونوں نے کہا بے شک ہم جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کے ساتھ ایک بات خاص کی تھی جو اور کسی کے ساتھ خاص نہیں کی، فرمایا اللہ نے جو دیا اپنے رسول کو گاؤں والوں کے مال میں سے وہ اللہ اور رسول کا ہی ہے (مجھے معلوم نہیں کہ اس سے پہلے کی آیت بھی انہوں نے پڑھی یا نہیں)۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا تو رسول اللہؐ نے تم لوگوں کو بنی نضیر کے مال بانٹ دیئے اور قسم خدا کی آپ نے مال کو تم سے زیادہ نہیں سمجھا اور نہ یہ کیا کہ آپ لیا ہو اور تم کو نہ دیا ہو یہاں تک کہ یہ مال رہ گیا اس میں سے رسول اللہؐ ایک سال کا اپنا

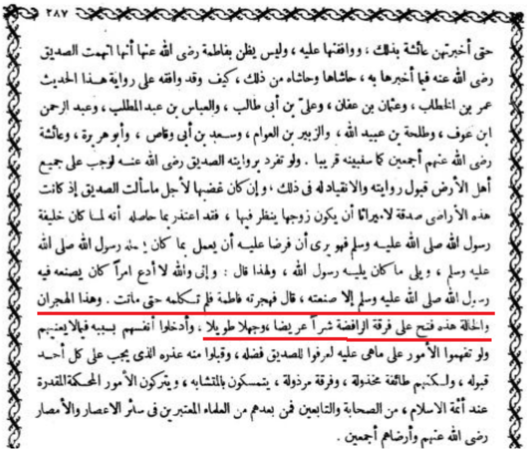


سنةٍ ثُمَّ يجعلُ مَا بقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ ثُمَّ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ ذَلِكَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ نَشَدَ عبَّاسًا وَعَلِيًّا بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمَ أَتَعْلَمَانِ ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((**مَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ**)) فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ فَوَلِيتُهَا ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا إِلَيْنَا فَقُلْتُ إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللَّهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذْتُمَاهَا بِذَلِكَ قَالَ أَكَذَلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا وَلَا وَاللَّهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ.

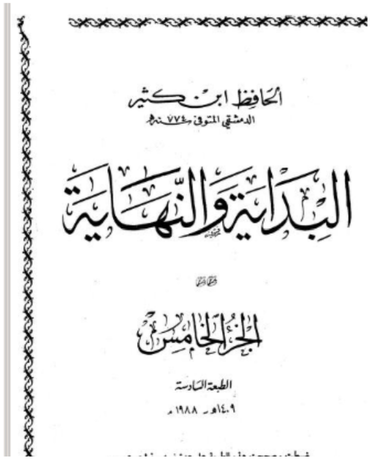
خرچ نکال لیتے اور جو بچ رہتا وہ بیت المال میں شریک ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں تم کو قسم دیتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کی جس کے حکم سے زمین اور آسمان قائم ہیں تم یہ سب جانتے ہو یا نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں جانتے ہیں۔ پھر قسم دی عباسؓ اور علیؓ کو ایسی ہی انہوں نے بھی یہی کہا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا جب رسول اللہ کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا میں ولی ہوں جناب رسول اللہ کا تو تم دونوں اپنا ترکہ مانگنے آئے عباسؓ تو اپنے بھتیجے کا ترکہ مانگتے تھے (یعنی رسول اللہؐ عباس کے بھائی کے بیٹے تھے) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی بی بی کا حصہ ان کے باپ کے مال سے چاہتے تھے (یعنی حضرت فاطمہ زہراؓ کا جو بی بی تھیں حضرت علیؓ کی اور بیٹی تھیں حضرت رسول اللہؐ کی) ابو بکرؓ نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو ہم چھوڑ جاویں وہ صدقہ ہے تم نے ان کو جھوٹا گنہگار دغا باز چور سمجھا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ سچے نیک ہدایت پر تھے حق کے تابع تھے پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات ہوئی اور میں ولی ہوا رسول اللہؐ کا اور ابو بکر کا تم نے مجھ کو بھی جھوٹا گنہگار دغا باز چور سمجھا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں، نیک ہوں، ہدایت پر ہوں، حق کا تابع ہوں میں اس مال کا بھی ولی رہا پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تم دونوں ایک ہو اور تمہارا حکم بھی ایک ہے (یعنی اگرچہ تم ظاہر میں دو شخص ہو مگر اس لحاظ سے کہ قرابت رسول دونوں میں موجود ہے مثل ایک شخص کے ہو) تم نے یہ کہا کہ یہ مال ہمارے سپرد کر دو۔ میں نے کہا اچھا اگر تم چاہتے ہو تو میں تم کو دے دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم اس مال میں وہی کرتے رہو گے جو جناب رسول اللہؐ کیا کرتے تھے۔ تم نے اسی شرط سے یہ مال مجھ سے لیا پھر حضرت عمرؓ نے کہا کیوں ایسا ہی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت عمرؓ نے کہا پھر تم دونوں اب میرے پاس آئے ہو فیصلہ کرانے کو اور قسم اللہ کی میں سوا اس کے اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں قیامت تک البتہ اگر تم سے اس مال کا بندوبست نہیں ہوتا تو مجھ کو پھر دے دو۔

[13] امام ابن کثیر کا ناراضگی پر تبصرہ

- البدایہ والنہایہ - ابن کثیر - جلد 5 صفحہ287



حتى أخبرتهن عائشة بذلك ، ووافقتها عليه ، وليس يظن بفاطمة رضى الله عنها أنها اتهمت الصديق رضى الله عنه فيما أخبرها به ، حاشاها وحاشاه من ذلك ، كيف وقد وافقه على رواية هذا الحديث عمر بن الخطاب ، وعثمان بن عفان ، وعلىّ بن أبى طالب ، والعباس بن عبد المطلب ، وعبد الرحمن ابن عوف ، وطلحة بن عبيد الله ، والزبير بن العوام ، وسعد بن أبى وقاص ، وأبو هريرة ، وعائشة رضى الله عنهم أجمعين كما سنبينه قريبا . ولو تفرد بروايته الصديق رضى الله عنه لوجب على جميع أهل الأرض قبول روايته والانقياد له فى ذلك ، وإن كان غضبها لأجل ماسألت الصديق إذ كانت هذه الأراضى صدقة لا ميراثا أن يكون زوجها ينظر فيها ، فقد اعتذر بما حاصله أنه لما كان خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو يرى أن فرضا عليه أن يعمل بما كان يعمله رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ويلى ما كان يليه رسول الله ، ولهذا قال : وإنى والله لا أدع امراً كان يصنعه فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا صنعته ، قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه حتى ماتت . وهذا الهجران والحالة هذه فتح على فرقة الرافضة شراً عريضا ، وجهلا طويلا ، وأدخلوا أنفسهم بسببه فيما لا يعنيهم ولو تفهموا الأمور على ماهى عليه لعرفوا للصديق فضله ، وقبلوا منه عذره الذى يجب على كل أحد قبوله ، ولكنهم طائفة مخذولة ، وفرقة مرذولة ، يتمسكون بالمتشابه ، ويتركون الأمور المحكمة المقدرة عند أئمة الاسلام ، من الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء المعتبرين فى سائر الاعصار والأمصار رضى الله عنهم وأرضاهم أجمعين .



https://archive.org/stream/FP158116/05_158118-1#page/n285/mode/2up

[14] صدقہ سے مراد وقف

- صحیح البخاری جلد 4 حدیث 2737

١٩- بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْوَقْفِ

٢٧٣٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ: أَنْبَأَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُ بِهِ؟ قَالَ: ((إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا)). قَالَ: فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لاَ يُبَاعُ وَلاَ يُوهَبُ وَلاَ يُورَثُ. وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالضَّيْفِ، وَلاَ جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ)). قَالَ: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ سِيرِيْنَ فَقَالَ: ((غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالاً)).

[راجع: ٢٣١٣]

باب وقف میں شرطیں لگانے کا بیان

(٢٧٣٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا' ان سے ابن عون نے' کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی' انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک قطعہ زمین ملی تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشورہ کیلئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھے خیبر میں ایک زمین کا ٹکڑا ملا ہے اس سے بہتر مال مجھے اب تک کبھی نہیں ملا تھا' آپ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ اور پیداوار صدقہ کردے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کردیا کہ نہ اسے بیچا جائے گا نہ اس کا ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی۔ اسے آپ نے محتاجوں کے لئے' رشتہ داروں کے لئے اور غلام آزاد کرانے کے لئے' اللہ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے اور مہمانوں کیلئے صدقہ (وقف) کردیا اور یہ کہ اس کا متولی اگر دستور کے مطابق اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق وصول کرلے یا کسی محتاج کو دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ ابن عون نے بیان کیا کہ جب میں نے اس حدیث کا ذکر ابن سیرین سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ (متولی) اس میں سے مال جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

[15] رسول اللہ ﷺ نے زمینوں کو وقف کر دیا تھا

- صحیح البخاری جلد 4 حدیث 2739

٢٧٣٩- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَخِي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ: ((مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلاَ دِينَارًا وَلاَ عَبْدًا وَلاَ أَمَةً وَلاَ شَيْئًا، إِلاَّ بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلاَحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)).
[أطرافه في : ٢٨٧٣، ٢٩١٢، ٣٠٩٨، ٤٤٦١].

(۲۷۳۹) ہم سے ابراہیم بن حارث نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے یحیٰی ابن ابی بکیر نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے زہیر بن معاویہ جعفی نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبتی بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے جو جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) کے بھائی ہیں' بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ' اپنی وفات کے بعد سوائے اپنے سفید خچر' اپنے ہتھیار اور اپنی زمین کے جسے آپؐ وقف کر گئے تھے نہ کوئی درہم چھوڑا تھا نہ دینار نہ غلام نہ باندی اور نہ کوئی چیز۔

یعنی اپنی صحت کی حالت میں آپ نے یہ زمین وقف فرما دی تھی پھر وفات کے وقت بھی اس کی تاکید فرما دی۔ بعضوں نے کہا و رجعلها صدقة کی ضمیر تینوں کی طرف پھرتی ہے یعنی خچر اور ہتھیار اور زمین سب کو وقف کر دیا تھا۔

- صحیح البخاری جلد 4 حدیث 2776

٣٢- بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ

باب وقف کی جائداد کا اہتمام کرنے والا اپنا خرچ اس میں سے لے سکتا ہے

٢٧٧٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ يَقْتَسِمْ وَرَثَتِي دِينَارًا وَلاَ دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ - بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي

وَمَؤُونَةِ عَامِلِي - فَهُوَ صَدَقَةٌ)).
[طرفاه في : ٣٠٩٦، ٦٧٢٩].

(۲۷۷۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا' کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی' انہیں ابو الزناد نے' انہیں اعرج نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی میرے وارث ہیں' وہ روپیہ اشرفی اگر میں چھوڑ جاؤں تو وہ تقسیم نہ کریں' وہ میری بیویوں کا خرچ اور جائداد کا اہتمام کرنے والے کا خرچ نکالنے کے بعد صدقہ ہے۔

[16] حضرت ابو بکر علیہ السلام کا فہم

- صحیح البخاری جلد 4 حدیث 3093

٣٠٩٣- ((فَقَالَ لَـهَا أَبُوبَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لاَ نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)). فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَت، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ. قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَابَكْرٍ نَصِيبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَكَ، وَصَدَقَتَهُ بِالْـمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُوبَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلاَّ عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ، فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْـمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكٌ فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى وَلِيِّ الأَمْرِ، قَالَ فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ)).[أطرافه في: ٢٧١٣، ٤٢٤١، ٤٠٣٦، ٦٧٢٦].

(٣٠٩٣) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آنحضرتؐ نے (اپنی حیات میں) فرمایا تھا کہ ہمارا (گروہ انبیاء علیہم السلام کا) ورثہ تقسیم نہیں ہوتا' ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔ فاطمہؓ یہ سن کر غصہ ہو گئیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ترک ملاقات کی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ فاطمہؓ نے آنحضرت ﷺ کے خیبر اور فدک اور مدینہ کے صدقے کی وراثت کا مطالبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس سے انکار تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں گے۔ (عائشہؓ نے کہا کہ) پھر آنحضرتؐ کا مدینہ کا جو صدقہ تھا وہ حضرت عمرؓ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو (اپنے عہد خلافت میں) دے دیا۔ البتہ خیبر اور فدک کی جائداد کو عمرؓ نے روک رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہیں اور ان حقوق کے لئے جو وقتی طور پر پیش آتے یا وقتی حادثات کے لئے رکھی تھیں۔ یہ جائداد اس شخص کے اختیار میں رہیں گی جو خلیفہ وقت ہو۔ زہری نے کہا' چنانچہ ان دونوں جائدادوں کا انتظام آج تک (بذریعہ حکومت) اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے۔



[17] اصل مسئلہ وقف کے متولی اور نگران کا تھا - علامہ السمہودی

- وفا الوفاء - جلد 3 - صفحہ 996-998

وفاء الوفا

بأخبار دار المصطفى

تأليف

نور الدين علي بن أحمد السمهودي

المتوفى في عام ٩١١ من الهجرة

— ٩٩٦ —

وفى رواية له أن فاطمة والعباس أتيَا أبا بكر ، وذكره مختصرا كما فى رواية الصحيح أيضاً ، وقال فيه : فهجرته فاطمة فلم تكلمه فى ذلك المال حتى ماتت ، وكذا نقل الترمذى عن بعض مشايخه أن معنى قول فاطمة لأبى بكر وعمر «لا أكلمكما» أى فى هذا الميراث ، ولا يرده قوله «فهجرته» إذ ليس المراد الهجر الحرام ، بل تركها للقائه ، والمدة قصيرة ، وقد اشتغلت فيها بحُزْنها ثم بمرضها ، ويؤيد ذلك ما رواه البيهقى بإسناد صحيح إلى الشعبى مرسَلاً أن أبا بكر عَادَ فاطمة فقال لها على : هذا أبو بكر يستأذن عليك ، قالت : أتحِبُّ أن آذن له ؟ قال : نعم ، فأذِنَتْ له ، فدخل عليها فرضّاها حتى رضيت عليه .

أما سبب غضبها مع احتجاج أبى بكر بما سبق فلاعتقادها تأويله ، قال الحافظ ابن حجر : كأنها اعتقَدَتْ تخصيصَ العموم فى قوله «لا نورَثُ» ورأت أن المنافع [لكل] ما خلفه من أرض وعَقَار لا يمنع أن يورث ، وتمسك أبو بكر بالعموم ، فلما صمم على ذلك انقطعت عنه .

قلت : بقى لذلك تتمة ، وهى أنها فهمت من قوله «ما تركنا صدقة» الوقف ورأت أن حق النظر على الوقف وقَبض نمائه والتصرف فيه يُورَثُ ، ولهذا طالبت بنصيبها من صدقته بالمدينة ، فكانت ترى أن الحق فى الاستيلاء عليها لها وللعباس رضى الله تعالى عنهما ، وكان العباسُ وعلى رضى الله تعالى عنهما يعتقدَانِ ما ذهبت إليه ، وأبو بكر يرى الأمر فى ذلك إنما هو للإمام ، والدليل على ذلك أن عليا والعباس جاءا إلى عمر يطلبان منه ما طلبت فاطمة من أبى بكر ، مع اعترافهما له بأنَّ النبى صلى الله عليه وسلم قال « لا نورَثُ ، ما تركنا صدقة » لما فى الصحيح من قصة دخولهما على عمر يختصمان فيما أفاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم من مال بنى النضير ، وقد دفع إليهما ذلك ليعملا فيه بما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل به وأبو بكر بعده ، وذلك بحضور عثمان وعبد الرحمن بن عوف وسعد والزبير ، قال فى الصحيح : فقال الرَّهْطُ عثمان وأصحابه : ياأمير المؤمنين

— ٩٩٨ —

الرهط : نعم ، الحديثَ من رواية مالك بن أوس ، وهو صريح فى مطالبتهما مع اعترافهما بحديث « لانُورَثُ » فليس محله إلا ماتقدم من أنهما فَهِمَا أن ذلك من قبيل الوقف ، وأن ورثة الواقف أولى بالنظر على الموقوف ، سيما وما قبضاه من أموال بنى النضير هو صَدَقَة النبى صلى الله عليه وسلم بالمدينة ، ولهذا زاد شعيب فى آخر الحديث المذكور : قال ابن شهاب : فحدثت بهذا الحديث عروة ، فقال: صَدَقَ مالك بن أوس ، أنا سمعت عائشة رضى الله تعالى عنها تقول ، فذكر حديثها ، قال : وكانت هذه الصدقة بيد على منعها العباس فغلبه عليها ، ثم كانت بيد الحسن ، ثم بيد الحسين ، ثم بيد على بن حسين والحسن بن الحسن ، ثم بيد زيد بن الحسن ، وهى صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم حقا .

[18] مدینہ کی زمینین اہل بیت کی نگرانی میں آگئی تھیں

- صحیح البخاری جلد 5 حدیث 4034

٤٠٣٤- قَالَ فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَالِكُ بْنُ

(۴۰۳۴) زہری نے بیان کیا کہ پھر میں نے اس حدیث کا تذکرہ عروہ بن زبیر سے کیا تو انہوں نے کہا کہ مالک بن اوس نے یہ روایت تم

أوْسٍ أنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ: أَرْسَلَ أزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عُثْمَانَ إلَى أبِي بَكْرٍ يَسْألْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّنْ أفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ فَكُنْتُ أنَا أرُدُّهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ : ألاَ تَتَّقِينَ اللهَ ألَمْ تَعْلَمْنَ أنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ: ((لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ إنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ فَانْتَهَى أزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ إلَى مَا أخْبَرْتُهُنَّ قَالَ: فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلاَهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلاَنِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَقًّا.

سے صحیح بیان کی ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی پاک بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضور ﷺ کی ازواج نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو فئے اپنے رسول اللہ ﷺ کو دی تھی اس میں سے ان کے حصے دیئے جائیں۔ لیکن میں نے انہیں روکا اور ان سے کہا تم خدا سے نہیں ڈرتی کیا حضور ﷺ نے خود نہیں فرمایا تھا کہ ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا؟ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا اشارہ اس ارشاد میں خود اپنی ذات کی طرف تھا۔ البتہ آل محمد (ﷺ) کو اس جائیداد میں سے تازندگی (ان کی ضروریات کے لیے) ملتا رہے گا۔ جب میں نے ازواج مطہرات کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے بھی اپنا خیال بدل دیا۔ عروہ نے کہا کہ یہی وہ صدقہ ہے جس کا انتظام پہلے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے انتظام میں شریک نہیں کیا تھا بلکہ خود اس کا انتظام کرتے تھے (اور جس طرح آنحضور ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسے خرچ کیا تھا' اسی طرح انہیں مصارف میں وہ بھی خرچ کرتے تھے) اس کے بعد وہ صدقہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے انتظام میں آگیا تھا۔ پھر حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے انتظام میں رہا۔ پھر جناب علی بن حسین اور حسن بن حسن کے انتظام میں آگیا تھا اور یہ حق ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا۔

[19] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت ہارون علیہ السلام سے ناراضگی (سورۃ الاعراف - آیت 150)

150

وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًاۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ
بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ﳲ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ(۱۵۰)

ترجمہ: کنزالعرفان

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف بہت زیادہ غم وغصے میں بھرے ہوئے لوٹے تو فرمایا: تم نے میرے بعد کتنا برا کام کیا، کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی؟ اور موسیٰ نے تختیاں (زمین پر) ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ (ہارون نے) کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو اور مجھے ظالموں کے ساتھ نہ ملا۔

[20] حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حب اہل بیت

- صحیح البخاری جلد 5 حدیث 4036

٤٠٣٦- فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

[راجع: ٣٠٩٣]

(۴۰۳۶) اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خود آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ آل محمد (ﷺ) کو اس جائیداد میں سے خرچ ضرور ملتا رہے گا۔ اور خدا کی قسم! رسول کریم ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ عمدہ معاملہ کرنا مجھے خود اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن معالمت سے زیادہ عزیز ہے۔

- صحیح البخاری جلد 5 حدیث 3751

٣٧٥١- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَصَدَقَةُ

(۳۷۵۱) مجھ سے یحییٰ بن معین اور صدقہ نے بیان کیا' کہا کہ ہمیں

فضائل اصحاب النبی ﷺ 186

قالا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَالَ أَبُوبَكْرٍ: ارْقُبُوا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ)).

محمد بن جعفر نے خبر دی' انہیں شعبہ نے' انہیں واقد بن محمد نے' انہیں ان کے والد نے اور ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ (کی خوشنودی) آپؐ کے اہل بیت کے ساتھ (محبت و خدمت کے ذریعہ) تلاش کرو۔